عشرہ ذوالحجہ کے متعلق دروس

تالیف:

پروفیسر ڈاکٹر شیخ/ سعد الخثلان حفظہ اللہ

استاذ کلیہ شریعہ امام محمد بن سعود الاسلامی یونیورسٹی

(حرمین شریفین میں مدرس)

منارات الهدى
مؤسسة تعنى بالمناشط العلمية لفضيلة الشيخ أ.د. سعد الخثلان

مدار القبس للنشر والتوزيع

جملہ حقوق محفوظ ہیں

پہلا ایڈیشن

2026 - 1447

ہم کتاب کے بارے میں آپ کی آراء اور تجاویز بار کوڈ کے ذریعے وصول کرتے ہیں۔

مدار القبس للنشر والتوزيع

منارات الهدى
مؤسسة تعنى بالمناشط العلمية
لفضيلة الشيخ أ.د. سعد الخثلان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”اللہ تعالیٰ کے نام سے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔“

عشرہ ذوالحجہ کے متعلق دروس

درس	عناوین	صفحہ نمبر
1	ذوالحجہ کے دس دن کے فضائل	224
2	قربانی کرنے والا اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے	228
3	مطلق اور مقید تکبیرات	231
4	ذوالحجہ کے عشرے میں روزے رکھنا	235
5	حج کی قسمیں	239
6	قربانی کے احکام1	242
7	قربانی کے احکام2	248
8	ترویہ کا دن	254
9	عرفہ کا دن	257
10	یوم النحر (قربانی کا دن)	263
11	ایام تشریق	266
12	حج سے حاصل ہونے والے دروس اور فوائد	270
13	﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ”اور جان لو کہ تم اس کی طرف ہی اکٹھے کیے جاؤ گے“	274
❀	کتاب سے ملحق درس: عاشورہ کے روزے کی فضیلت	283

درس 1

ذوالحجہ کے دس دن کے فضائل

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے دنوں اور مہینوں کو فضیلت دی اور جس نے اس کی اطاعت کی، اس کے لیے ثواب اور اجر کو دگنا کر دیا۔ درود وسلام ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو قیامت کے دن تک ہمیشہ جاری رہے۔ اما بعد:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے زمانے کے چند ایام کو ایسے مواقع سے مختص کیا ہے جن میں نیکیوں کا بدلہ دگنا ہو جاتا ہے اور ان میں گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی عمر کم ہونے کے عوض اس کے اعمال میں برکت عطا کی اور ایسے مواقع دیے جس میں اجر بڑھ جاتا ہے۔ جب مسلمان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ ہر وقت عمل صالح کرے مگر ان مواقع میں اس کی اور زیادہ تاکید ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے دنیا کے تاجر جب تجارت کا موسم ہو تو سارا زور لگا دیتے ہیں بلکہ اپنی کوشش کو دگنا کر دیتے ہیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کر لیں۔ اسی طرح جو اللہ عزوجل کے ساتھ نیک اعمال کی تجارت کرتے ہیں، ان کے لیے یہ مواقع ہیں کہ وہ اپنی محنت ان میں دگنی کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور اجر حاصل کر لیں۔

انہیں مبارک ہو! جنھوں نے خیر کے مواقع میں نیکیاں کر کے ان کو غنیمت جانا اور رب عزوجل کی رحمت کے اسباب اختیار کیے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت میں یہ بھی شامل ہے کہ اس نے مسلسل دنوں اور مہینوں میں نیکیوں کے مواقع رکھے ہیں۔ ابھی رمضان کا مہینہ ختم ہی ہوا ہے کہ ایک اور عظیم موقع آ گیا۔ یہ ذی الحجہ کے دس دن ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، فرمایا:

﴿وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝﴾

’’قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔‘‘ (سورة الفجر: 89، آيات: 1-2)

دس راتوں سے مراد جمہور مفسرین کے قول کے مطابق ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

’’ہمارے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ یہ دس دن اضحیٰ کے دس دن ہیں، اس لیے کہ جن مفسرین کا اجماع حجت ہے، ان کا اس پر اجماع ہے۔‘‘ (تفسير الطبري: 348/24)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں کہتے ہیں:

’’دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کے دس دن ہیں، جیسے ابن عباس ابن زبیر رضی اللہ عنہما، مجاہد اور بہت سارے سلف اور خلف کا قول ہے۔‘‘ (تفسير ابن كثير: 390/8)

اللہ جو عظمت والا ہے، وہ اپنی مخلوق میں سے عظیم چیز ہی کی قسم کھاتا ہے۔ یہ قسم کھانا ان دس دنوں کی عظمت اور بلند شان و مرتبے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ علی الاطلاق سال کے سب سے افضل ترین دن ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے ذوالحجہ کے دس دنوں اور رمضان کے آخری عشرے کے متعلق سوال ہوا کہ دونوں میں افضل کون سا ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

’’ذوالحجہ کے دس دن رمضان کے دس دنوں سے افضل ہیں اور رمضان کی آخری دس راتیں ذوالحجہ کی راتوں سے افضل ہیں۔‘‘ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: 287/25)

امام ابن القیم رحمہ اللہ اس پر لکھتے ہیں:

’’اگر کوئی عقل مند اس جواب پر غور و فکر کرے گا تو اسے وہ شافی و کافی پائے گا کیونکہ ذوالحجہ کے دس دنوں کے سوا کوئی دن ایسے نہیں ہیں جن میں عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب ہو، پھر ان میں عرفہ کا دن ہے، قربانی کا دن ہے، یومِ ترویہ ہے۔ رہی بات رمضان کی راتوں کی تو وہ جاگنے کی راتیں ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات جاگ کر گزارتے تھے اور ان میں ایک رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ یہ راتیں ذی الحجہ کی دس راتوں سے افضل ہیں۔‘‘ (بدائع الفوائد: 1103/3)

اس مبارک عشرے کی فضیلت پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو صحیح بخاری میں ہے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامٍ أَفْضَلَ مِنْهَا فِي هَذِهِ قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ»

''ان دنوں (ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں) کے عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل کی فضیلت نہیں۔'' لوگوں نے پوچھا: (کیا) جہاد کی بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں جہاد کی بھی نہیں، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان ومال خطرے میں ڈال کر نکلا اور اس میں سے واپس کچھ لے کر نہ لوٹا (سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا)۔'' (صحيح البخاري، حديث: 969)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی چیز بھی ان دنوں میں کیے گئے نیک عمل کے برابر نہیں ہو سکتی صرف ایک حالت ہے کہ آدمی اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلا، اس نے سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور شہید ہو گیا تو یہ عمل ان دنوں کے عمل صالح سے افضل ہے۔ اس کے سوا ان دنوں میں کیے ہوئے نیک عمل کے کوئی بھی چیز اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'' ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ذوالحجہ کے دس دن کی امتیازی حیثیت اس لیے ہے کہ اس میں عبادت کی بڑی قسمیں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور وہ نماز، روزہ، صدقہ اور حج ہے۔ یہ کسی اور دنوں میں اس طرح جمع نہیں ہوتی۔'' (فتح الباري: 2/460)

نبی کریم ﷺ نے عمل کو عام رکھتے ہوئے فرمایا:

«مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامٍ أَفْضَلُ مِنْهَا فِي هَذِهِ الْعَشْرِ»

''ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل کی فضیلت نہیں۔''

یہ ہر نیک عمل کو شامل ہے۔ ان دنوں میں اعمال صالحہ پر اجر دگنا ہو جاتا ہے، لہٰذا مسلمان کو ہر نیک عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ان اعمال میں سے نماز بھی شامل ہے۔

نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب ہے، پہلے فرائض کی حفاظت کرے اور پھر نوافل کی کثرت کرے۔ ان اعمال میں صدقات اور خیر کے راستے میں خرچ کرنا بھی ہے۔ ان اعمال میں فرض یا نفل حج اور

عمرہ کرنا بھی ہے جسے یہ میسر ہو۔ ان اعمال میں روزہ رکھنا بھی ہے۔ ذوالحجہ کے پہلے نو دنوں کے روزہ رکھنا مستحب ہے، کوئی سارے رکھ لے، یا ان میں جتنے آسانی سے رکھ سکے۔

ان روزوں میں سے عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے کی زیادہ تاکید ہے، سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ، أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ»

''عرفہ کے دن کا روزہ، میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا اور اگلے سال کے گناہوں کا بھی۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1162)

ان اعمال میں ہر قسم کا ذکر کرنا بھی شامل ہے اور سب سے عظیم ذکر قرآن کی تلاوت ہے۔ اس میں سے تسبیح وتحمید، تہلیل وتکبیر، اور حوقلہ، یعنی لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا بھی ہے۔ ان میں سے تکبیرات کی سب سے زیادہ تاکید ہے اور مطلق تکبیرات عشرۂ ذوالحجہ کے آتے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔

مسلمان کو چاہیے کہ ان ایام مبارکہ کی فضیلت ذہن میں رکھے، نیک عمل کرنے کی پوری کوشش کرے اور توفیق شدہ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

اے اللہ! ہمیں خیر کے ان مواقع کو غنیمت جاننے کی توفیق دینا۔ ہمیں موت سے پہلے سچی توبہ کی توفیق دینا اور ہمیں، ہمارے والدین اور زندہ وفوت شدہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو معاف فرما دے۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 2

قربانی کرنے والا اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے

سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے اور درود وسلام ہمارے نبی محمد ﷺ اور ان کی آل اور اصحاب اور جو ان کے راستے پر چلا قیامت کے دن تک۔ اما بعد:

ذوالحجہ کے دس دن کی یہ خصوصیت ہے کہ جب یہ داخل ہوتے ہیں تو جس شخص کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو، وہ اپنے بال اور ناخن نہیں کاٹے گا۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعَرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئًا»

''جب عشرہ (ذوالحجہ) شروع ہوجائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں کو نہ کاٹے۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1977)

اور دوسری روایت میں ہے:

«إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ»

''جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو، وہ اپنے بالوں اور ناخنوں کو (نہ کاٹے) اپنے حال پر رہنے دے۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1977)

اس حدیث میں جو نہی (ممانعت) آئی ہے، یہ حرمت کا تقاضا کرتی ہے اور یہی قول شیخ ابن باز رحمہ اللہ (دیکھیں: فتاوٰی نور علی الدرب: 18/169-170) اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ (دیکھیں: فتاوٰی و رسائل ابن عثیمین: 25/138-139) نے اختیار کیا ہے۔

اہل علم میں سے جس نے کہا کہ بال و ناخن نہ کاٹنے کی نہی کراہت پر محمول ہے تو یہ قول مرجوح ہے کیونکہ نہی میں اصل یہ ہے کہ وہ حرمت کا تقاضا کرتی ہے الاّ یہ کہ نہی کو کراہت پر محمول کرنے کا کوئی قرینہ ہو اور یہاں ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں جو نہی کو کراہت پر محمول کرے۔

نہی کی حکمت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انسان کے جسم کے تمام اعضاء کامل رہیں تا کہ آگ سے آزاد کر دیا جائے، جیسے روایت ہے:

«أَنَّ اللهَ يعتقُ بكلِّ عضوٍ مِنَ الضَّحيَّةِ عضوًا مِنَ المضحِّي»

''اللہ تعالیٰ قربانی والے جانور کے ہر عضو کے بدلے قربانی کرنے والے کے ہر عضو کو آزاد کرتا ہے۔''

لیکن اس حدیث کے بارے میں ابن صلاح رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''یہ حدیث معروف نہیں ہے اور ہمیں اس کی کوئی سند نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو۔'' (التلخيص الحبير: 252/4)

یہ بھی حکمت ذکر کی گئی ہے کہ قربانی کرنے والا محرم (احرام والے) سے مشابہت اختیار کرے لیکن یہ محل نظر ہے کیونکہ قیاس کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے ہے کہ دونوں میں فرق کرنے والی کوئی چیز نہ ہو۔ قربانی کرنے والے اور محرم میں بڑا فرق ہے۔ قربانی کرنے والا محرم سے اکثر احکام میں مختلف ہے تو اسے محرم پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟

یہ بھی کہا گیا ہے: بال اور ناخن نہ کاٹنے میں حکمت یہ ہے کہ اسے قربانی کے ساتھ کاٹے تا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی مکمل طور پر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کمال تک پہنچ جائے۔ جس طرح لڑکے کے عقیقے میں ذبح کے وقت اس کے بال منڈوائے جاتے ہیں تا کہ عقیقہ اس سے مکمل ہو جائے۔ یہ بات سب سے زیادہ قریب لگتی ہے اور اسی کو امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے، فرمایا:

''جو ناخنوں کا کاٹنا اور بالوں کا لینا ہے، یہ قربانی کی عبادت کے مکمل ہونے کے لیے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا کہ اس عشرے میں بال اور ناخن چھوڑ دے تا کہ قربانی کے وقت انہیں کاٹے تو اللہ کے ہاں یہ قربانی کے مکمل ہونے کے لیے ہے۔'' (تهذيب سنن أبي داود، حديث: 263/2)

قربانی کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو قربانی کی قیمت ادا کرے، اگر چہ وہ ذبح کے وقت موجود نہ ہو۔ وہ مراد نہیں جو ذبح کے وقت موجود ہو کیونکہ ممکن ہے ذبح کے وقت موجود شخص قربانی کرنے والا نہ ہو بلکہ

اس کی طرف سے وکیل ہو۔

یہ حکم قربانی کرنے والے کے لیے خاص ہے اور علماء کے راجح قول کے مطابق جس کی طرف سے قربانی کی جا رہی ہے، وہ اس میں شامل نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا دَخَلَتْ الْعَشْرُ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعَرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئًا»

”جب عشرہ (ذوالحجہ) شروع ہوجائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں کو نہ کاٹے۔“

یہ نہیں فرمایا کہ جس کی طرف سے قربانی دی جا رہی ہو۔ اگر گھر کا سربراہ اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کر رہا ہوتو وہ بال اور ناخن کاٹنے سے اپنے آپ کو روکے گا اور گھر والے اپنے بال اور ناخن کاٹ سکتے ہیں۔

قربانی کرنے والے کے لیے بالوں کو نرمی سے کنگھی کرنا جائز ہے اور جو بال ٹوٹ کر گر جائیں اس سے کوئی نقصان نہیں۔ اس کی دلیل ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو صحیحین میں آئی ہے کہ جب انہیں حجۃ الوداع کے موقع پر حیض آ گیا اور عرفہ میں وقوف کے وقت ابھی وہ حیض سے پاک نہیں ہوئی تھیں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ حج تمتع کو قران میں بدل لیں اور ان سے فرمایا:

«انْقُضِي رَأْسَكِ، وَامْتَشِطِي، وَأَمْسِكِي عَنِ الْعُمْرَةِ، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ»

”اپنے سر کے بال کھولو، کنگھی کرو، عمرے سے رک جاؤ اور حج کے لیے تلبیہ پکارو۔“ (صحيح البخاري، حديث: 1556، صحيح مسلم، حديث: 1211)

آپ ﷺ نے انہیں کنگی کرنے کا حکم دیا تھا باوجود اس کے کہ وہ ابھی احرام کی حالت میں تھیں۔ جب محرم کے لیے کنگھی کرنا جائز ہوا تو قربانی کرنے والے کے لیے بدرجہ اولی جائز ہوگا۔

اے اللہ! ہمیں وہ اقوال اور اعمال کرنے کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہیں اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام زندہ اور فوت شدہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 3

مطلق اور مقید تکبیرات

سب تعریفیں اللہ بادشاہ القدوس (ہر عیب سے پاک) اور السلام (سلامتی والے) کے لیے اور درود وسلام اس کے بندے محمد ﷺ پر، جو سب سے افضل ہیں، اور ان کی آل اور اصحاب اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں پر بہت زیادہ سلام ہو۔ امابعد:

ذوالحجہ کے دس دن کے احکام میں سے ہے کہ اس کے داخل ہوتے ہی مطلق تکبیرات شروع ہو جاتی ہیں۔

تکبیرات کی دو قسمیں ہیں:

مطلق تکبیرات: جن کے لیے نمازوں کے بعد کا خاص وقت مقرر نہیں ہے (وہ کسی بھی لمحے کہی جاسکتی ہیں)۔

مقید تکبیرات: جن کے لیے نمازوں کے بعد خاص وقت مقرر ہے (وہ نمازوں کے بعد کہی جاتی ہیں)۔

- مطلق تکبیرات ذوالحجہ کے عشرے کے داخل ہوتے ہی شروع ہوتی ہیں اور ایام تشریق کے آخری دن سورج کے غروب پر ختم ہوتی ہیں، یعنی تیرہ ذوالحجہ کا سورج غروب ہونے پر ختم ہوتی ہیں۔
- مقید تکبیرات غیر حاجی کے لیے عرفات کے دن نماز فجر کے بعد سے ایامِ تشریق کے آخری دن عصر تک ہیں اور حاجیوں کے لیے، اگر انہوں نے کنکریاں مارلیں ہیں، قربانی کے دن (دس ذوالحجہ کو) ظہر کی نماز کے بعد سے ایامِ تشریق کے عصر کی نماز تک ہیں۔

اس بنا پر غیر حاجی کے لیے یوم عرفہ کی فجر سے مطلق اور مقید تکبیرات جمع ہو جائیں گی اور ایامِ تشریق کے آخری دن سورج غروب ہونے تک جاری رہیں گی، یعنی یہ دونوں تکبیریں پانچ دن جمع رہیں گی۔

حاجی کے لیے مطلق اور مقید تکبیرات قربانی کے دن (دس ذوالحجہ) کی ظہر سے ایام تشریق کے آخری دن سورج غروب ہونے تک جمع ہو جائیں گی۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ تکبیرات سے متعلق فرماتے ہیں: ''وہ ان دنوں میں دو قسم کی ہیں:

- ایک مقید جو نماز کے بعد کہی جاتی ہیں۔
- دوسری مطلق جو ہر وقت کہی جاتی ہیں۔

پہلی قسم: اس کے متعلق علماء کا اتفاق ہے کہ ان دنوں میں نمازوں کے بعد تکبیرات مشروع ہیں اور اس کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں ہے بلکہ اس میں صحابہ اور ان کے بعد آنے والوں کے آثار ہیں اور مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کچھ مسائل جن پر امت کا اجماع ہوا ہے ان کے بارے میں کوئی صریح نص نبی کریم ﷺ سے ہم تک نہیں پہنچی بلکہ ان پر عمل ہی کافی سمجھا گیا ہے۔

دوسری قسم: مطلق تکبیرات جو کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہیں۔'' (فتح الباري از ابن رجب: 9/21-28)

صحیح بخاری میں ہے:

«كانَ ابنُ عمرَ وأبُو هريرةَ رضي الله عنهما يخرجانِ إلَى السُّوقِ فِي أيَّامِ العشرِ يكبِّرانِ ويكبِّرُ النَّاسُ بتكبيرِهما»

''ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ذوالحجہ کے دس دنوں میں بازار کی طرف نکل جاتے تھے اور تکبیر کہتے۔ لوگ بھی ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتے تھے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 2/20)

بہتر یہ ہے کہ تکبیرات کے الفاظ یوں کہے:

«اَللّٰهُ أكبَرُ، اَللّٰهُ أكبَرُ، لَا إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ، اللّٰهُ أكبرُ، اللّٰهُ أكبرُ، وللّٰهِ الحمدُ»

اگر تکبیر کے کلمات تین بار کہے تو اچھا ہے:

«اللّٰهُ أكبَرُ، اللّٰهُ أكبَرُ، اللّٰهُ أكبَرُ، لَا إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ، اللّٰهُ أكبَرُ، اللّٰهُ أكبَرُ، وللّٰهِ الحمدُ»

''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔''

اگرچہ اس سنت پر عمل کرنے والے تھوڑے ہیں، پھر بھی اس کا اظہار ہونا چاہیے اور اس دینی شعیرے کو زندہ ہونا چاہیے، خاص کر طالب علموں کو اور جن کی اقتدا کی جاتی ہے، انہیں اس کو زندہ کرنا چاہیے۔ اللہ اس پر رحم کرے جس نے اسے اپنے قول اور فعل سے زندہ کیا۔

اس شعیرے کو ظاہر کرنے کا سب سے مناسب وقت اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت ہے۔ جب تم مسجد آؤ اور سنتیں یا تحیۃ المسجد پڑھ لو تو اس کے بعد تکبیرات پڑھو اور آواز اس طرح بلند کرو کہ اردگرد کے لوگوں کو تکلیف نہ ہو تا کہ لوگ تمہاری اقتدا کریں۔

قدیم زمانے میں جب ذوالحجہ کا عشرہ داخل ہوتا تھا تو لوگ بلند آواز سے مسجدوں میں تکبیرات پڑھتے۔ کوئی شخص جب وہ لوگوں کو بازاروں اور راستوں میں تکبیرات کہتے دیکھتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ ذوالحجہ کا عشرہ داخل ہو گیا ہے۔

عورتوں کے لیے بھی تکبیرا اسی طرح مشروع ہیں جس طرح مردوں کے لیے مشروع ہیں عورتوں کو اس کی تعلیم دینی چاہیے کہ وہ بھی اس میں مردوں کی طرح ہیں۔

مسلمان کو تکبیرات کہتے ہوئے ان کے عظیم معانی پر، جن پر یہ کلمات دلالت کرتے ہیں، غور وفکر کرنا چاہیے۔ کہا گیا ہے کہ عربوں کے نزدیک تعظیم اور بزرگی بیان کرنے کے لیے ''اللہ اکبر'' سب سے بلیغ کلمہ ہے۔

''اللہ اکبر'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے بڑا ہے جس کا خیال دل میں آئے، یعنی ذات، مقام ومرتبے، عزت اور عظمت کے اعتبار سے وغیرہ، ہر چیز سے بڑا ہے۔ وہ ہر چیز سے بڑا اور علی الاطلاق غنی ہے۔ وہ کبریائی، عظمت و بلندی اور رفعت والا ہے۔ عقلیں اس کی عظمت اور جلالت کے ادراک سے عاجز اور قاصر ہیں۔

یہ کلمہ ''اللہ اکبر'' ذکر کی تمام قسموں سے بلند اور اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبوب ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

«أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللهِ أَرْبَعٌ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ للهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ»

’’اللہ تعالیٰ کو چار کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں: **سبحان الله** (اللہ پاک ہے)، **الحمد لله** (ساری تعریف اللہ کے لیے ہے)، **لا اله الا الله** (اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں) اور **الله اکبر** (اللہ سب سے بڑا ہے)۔‘‘(صحیح مسلم، حدیث: 2137 سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اے اللہ! ہمارے نفسوں کو تقویٰ عطا فرما اور انہیں پاک فرما۔ تو انہیں سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے۔ تو ہی ان کا کارساز اور مددگار ہے۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 4

ذوالحجہ کے عشرے میں روزے رکھنا

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس کو گرا دے، اسے کوئی اٹھانے والا نہیں اور جسے وہ اٹھائے، اسے کوئی گرانے والا نہیں۔ جسے وہ عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور اُسے کوئی عطا کرنے والا نہیں جس سے وہ منع کر دے۔ درود سلام ہوں بہت زیادہ اس کے رسول ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر جب تک کوئی نماز پڑھنے والا رکوع اور سجدہ کرے۔ اما بعد:

اس مبارک عشرے میں جو اعمال صالحہ کیے جاتے ہیں، ان میں روزے بھی ہیں۔ روزہ ایک عظیم عبادت ہے، اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

«كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمائَة ضِعْفٍ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ»

''ابن آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے، نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک (بڑھا دی جاتی ہے)، سوائے روزے کے (کیونکہ) وہ (خالصتاً) میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1151 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

«إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ»

''سوائے روزے کے (کیونکہ) وہ (خالصتاً) میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔''

اس پر دلیل ہے کہ روزے کی خاص جزا ہے، باقی اعمال صالحہ کے اجر وثواب کی طرح نہیں ہے، جیسے کہا

گیا ہے کہ انعام کی مقدار انعام دینے والے کے مطابق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو سب کرم کرنے والوں سے بڑھ کر کرم فرمانے والا ہے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ روزے کا اپنے پاس سے خاص بدلہ عطا فرمائے گا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ روزے کی جزا بہت عظیم ہے اور اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔ یہ اجر وثواب فرضی اور نفلی روزے دونوں کو شامل ہے۔

اس لیے ذوالحجہ کے عشرے کے پہلے نو دن روزہ رکھنا مستحب ہے جس کے لیے آسانی ہو، اس لیے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے اس عمومی فرمان میں داخل ہے:

«مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ»

”ذوالحجہ کے دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہو۔“

روزہ اعمال صالحہ میں سے سب سے عظیم عمل ہے سلف کی ایک جماعت، جیسے ابن عمر، (لطائف المعارف، ص: 262) ابن سیرین، مجاہد اور عطاء، (مصنف ابن أبي شيبة، حديث: 9221، 9222) یہ روزے رکھتی تھی۔

مذاہب اربعہ: حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کا ان روزوں کے مستحب ہونے پر اتفاق ہے۔ (دیکھیں: الفتاوٰی الهندية: 201/1، مواهب: 402/2، روضة الطالبين: 388/2، الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف: 526/7) جسے سب روزے رکھنے میسر نہ ہو تو جتنے روزے میسر ہوں وہ اتنے رکھ لے اور ان روزوں میں سے یوم عرفہ کا روزہ سب سے مؤکد ہے۔

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ، أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ»

”عرفہ کے دن کا روزہ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا اور اگلے سال کے گناہوں کا بھی۔“ (صحيح مسلم، حديث: 1162)

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے ذوالحجہ کے عشرے کے نو روزے رکھنا ثابت نہیں؟

ہم جواب دیتے ہیں: نبی کریم ﷺ کبھی کسی کام کا حکم دیتے اور خود کسی بڑی مصلحت کی وجہ سے وہ کام نہ کرتے۔ مثال کے طور پر: آپ ﷺ نے خبر دی کہ سب سے افضل روزے سیدنا داود علیہ السلام کے روزے ہیں:

«كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا»

''وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1977، صحيح مسلم، حديث: 1159 عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ایک دن کا روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا ثابت نہیں ہے بلکہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يَصُومُ»

''رسول اللہ ﷺ روزے رکھتے حتی کہ ہم کہتے: آپ ﷺ روزے ترک نہیں کریں گے اور آپ ﷺ روزے چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ہم کہتے: آپ ﷺ روزے نہیں رکھیں گے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1969، صحيح مسلم، حديث: 1156)

لہٰذا نبی کریم ﷺ کبھی کسی عمل پر لوگوں کو ابھارتے اور خود کسی مصلحت کی وجہ سے وہ عمل نہ کرتے۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ مسلمان رمضان کے قضا روزے ذوالحجہ کے دنوں میں رکھ لے اور امید ہے کہ ان روزوں سے وہ ان دنوں میں نیک عمل کا دگنا اجر حاصل کر لے گا۔ یہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کیونکہ مقصد یہ ہے کہ ان دس دنوں میں دن کو روزہ ہو، تو اگر وہ ان دنوں میں جو واجب روزے قضا ہیں، وہ رکھ لے تو یہ بہتر ہے۔ امام بہوتی رحمہ اللہ نے کشاف القناع میں ذکر کیا ہے:

''ذوالحجہ کے عشرے میں قضا مکروہ نہیں کیونکہ یہ عبادت کے دن ہیں، اس لیے ان میں قضا مکروہ نہیں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ان دنوں میں قضا کو مستحب سمجھتے تھے۔'' (كشاف القناع: 2/333)

حاجی کے لیے عرفہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ سب سے اکمل طریقہ نبی کریم ﷺ کا ہے، آپ نے اس دن روزہ نہیں رکھا بلکہ آپ افطار سے تھے۔

صحیحین میں ہے کہ سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«شَكَّ النَّاسُ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِإِنَاءٍ فِيهِ لَبَنٌ فَشَرِبَ»

''عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو شبہ تھا تو میں نے آپ کے لیے ایک برتن میں دودھ بھیجا، آپ ﷺ نے اسے پی لیا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 5604، صحيح مسلم، حديث: 1123)

اس میں حکمت یہ ہے کہ حاجی دعا اور دوسرے اعمال کے لیے طاقت حاصل کر سکے۔

اے اللہ! ہمیں ان اعمال کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں اور اپنی ناراضگی والے اعمال سے دور رکھ اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام زندہ اور فوت شدہ مسلمانوں کو معاف فرما دے۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 5

حج کی قسمیں

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ہر حال میں محمود ہے، جو عظمت اور عزت وجلال سے متصف ہے۔

درود وسلام ہوں ہمارے نبی ﷺ پر جو کریم صفات والے ہیں اور اصحاب وآل پر۔ اما بعد:

یقیناً حج ایک عظیم عبادت ہے جس سے گناہ اور خطائیں معاف ہوجاتی ہیں۔ وہ حاجی جس کا حج مبرور ومقبول ہوجائے، وہ حج سے ایسے لوٹتا ہے کہ اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»

”جس نے حج کیا اور اس نے نہ فحش گوئی (شہوت کی بات) کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔“ (صحيح البخاري، حديث: 1521، صحيح مسلم، حديث: 1350 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

بلکہ مقبول حج کے ثواب کے برابر کوئی چیز نہیں، جیسے آپ ﷺ نے فرمایا:

«الْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ»

”حج مبرور، کا بدلہ جنت کے سوا اور کوئی نہیں۔“ (صحيح البخاري، حديث: 1773، صحيح مسلم، حديث: 1349 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے۔)

مقبول حج وہ ہے جو اکمل طریقے سے کیا گیا ہو اور حاجی سے اس میں کوئی گناہ اور نافرمانی نہ ہوئی ہو۔

مناسک حج کی تین قسمیں ہیں:

تمتع، قران اور مفرد۔

تمتع یہ ہے: حاجی حج کے مہینوں میں عمرے کی نیت سے احرام باندھے (اور لبيك اللهم عمرة

کہے)، پھر (عمرہ کرکے) احرام کھول دے، پھر اسی سال حج کے لیے احرام باندھے۔

قران یہ ہے: حج اور عمرے کی ایک ساتھ نیت کرکے احرام باندھے (اور کہے: لبيك اللهم عمرة وحجاً) یا پہلے عمرے کی نیت سے احرام باندھے (اور لبيك اللهم عمرة کہے)، پھر طواف شروع کرنے سے پہلے اس میں حج کو داخل کرلے (یعنی حج کی بھی نیت کرلے اور ساتھ یوں کہے: لبيك اللهم حجًا)۔

افراد یہ ہے: صرف حج کی نیت سے احرام باندھے (اور لبيك اللهم حجًا کہے)۔

قران والا افراد والے کی طرح حج کرے گا، صرف قران والے کو قربانی کرنی ہوگی اور افراد پر قربانی نہیں ہے۔

حج کی سب سے افضل قسم "تمتع" ہے کیونکہ آپ ﷺ نے تمتع کا صحابہ کو حکم دیا، خود بھی اس کی تمنا کی اور فرمایا:

«لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ، وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً»

"اگر پہلے میرے سامنے وہ بات ہوتی جو بعد میں آئی تو میں ہدی (حج میں ذبح کیا جانے والا جانور) ساتھ نہ لاتا اور اس (منسک) کو عمرے میں بدل دیتا۔" (صحيح البخاري، حديث: 1651، صحيح مسلم، حديث: 1218 جابر رضی اللہ عنہ روایت سے۔)

یعنی میں قران کا احرام نہ باندھتا اور ہدی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور میں بھی تمتع ہی کرتا۔ آپ ﷺ نے قران کا احرام باندھا کیونکہ آپ ہدی کے جانور ساتھ لائے تھے اور جو ہدی کے جانور ساتھ لائے، اس پر حج قران واجب ہوتا ہے لیکن آج کے زمانے میں قربانی ساتھ لانا تو بہت کم ہے۔ اکثر حاجی ہدی کے جانور ساتھ نہیں لاتے، اس لیے ان کے لیے تمتع افضل ہے، پھر قران اور پھر افراد لیکن جو مکہ دیر سے پہنچے یعنی آٹھ ذوالحجہ کو پہنچے تو اس کے حق میں قران افضل ہے کیونکہ تمتع کے لیے وقت کم ہوگیا ہے، البتہ اگر وہ عمرہ کرلے، پھر ساتھ ہی حج کا احرام باندھ لے تو یہ صحیح ہوگا اور وہ حج تمتع ہوگا۔

اگر افراد یا قران کے لیے احرام باندھا اور پھر تمتع میں بدلنے کا ارادہ کیا تو کوئی حرج نہیں بلکہ یہ افضل ہے کیونکہ وہ تھوڑی فضیلت سے بڑی فضیلت کی طرف منتقل ہورہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ان صحابہ کو جنہوں نے تمتع کے علاوہ دوسرا احرام باندھا تھا، انہیں تمتع کا احرام باندھنے کا حکم دیا اور فرمایا:

«لَوْلَا أَنِّي سُقْتُ الْهَدْيَ، لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ بِهِ»

''اگر میں نے ہدی کے جانور ساتھ نہ لاتا تو میں بھی وہی کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1568، صحيح مسلم، حديث: 1216 جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

تمتع اور قران والے حاجی پر ہدی لازم ہے، افراد والے حاجی پر ہدی لازم نہیں لیکن وہ حاجی جو مکہ کا مستقل رہائشی ہو تو اس پر حج کی کسی بھی قسم کے لیے قربانی نہیں ہے۔

تمتع و قران والے پر جو ہدی واجب ہے، وہ ایک بکری ہے جو قربانی میں جائز ہوتی ہے یا اونٹ کا ساتواں حصہ یا گائے کا ساتواں حصہ۔ جو ہدی نہ پائے وہ تین روزے حج کے دوران میں رکھے اور سات روزے جب گھر لوٹ آئے تب رکھے۔ یہ تین روزے ایام تشریق میں رکھنا جائز ہیں۔ ایامِ تشریق گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ ہیں۔ اس سے پہلے عمرے کے احرام کے بعد بھی یہ روزے رکھنے جائز ہیں لیکن عید کے دن روزہ نہ رکھے۔ یہ تین روزے اکٹھے ایک ساتھ بھی رکھ سکتا ہے اور الگ الگ بھی لیکن ایام تشریق تک رکھ لے، اس سے زیادہ مؤخر نہ کرے۔ جو باقی سات ہیں، وہ جب گھر لوٹ آئے تو چاہے تو لگاتار روزے رکھے اور چاہے تو الگ الگ رکھے۔

قارن اور مفرد جب سے انہوں نے احرام کی نیت کی، وہ عید کے دن تک احرام میں رہیں گے جب تک وہ تین میں سے دو کام کر کے حلال نہ ہو جائیں جو یہ ہیں: کنکریاں مارنا یا سر کے بال منڈوانا/کٹوانا، یا طواف کرنا۔ لیکن جس نے تمتع کیا، وہ عمرہ کرنے کے بعد احرام سے نکل جائے گا، پھر ترویہ کے دن آٹھ ذوالحجہ کو (حج کا) احرام باندھے گا۔

اے اللہ! حجاج بیت اللہ حرام کو حج مبرور ومقبول اور سعی مشکور کی توفیق عطا فرما اور ہمیں اور ان کو (یا رحیم یا غفور) معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 6

قربانی کے احکام ①

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندوں کے لیے قربانی کے ذریعے سے تقرب حاصل کرنا مشروع قرار دیا ہےاور اس پر بہت زیادہ اجر اور مغفرت کو رکھا ہے۔ درود وسلام ہوں اس کے بندے اور رسول ﷺ پر جو انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث کیے گئے اور آپ ﷺ کی آل واصحاب پر بہت زیادہ سلام ہو۔ اما بعد:

یقیناً قربانی ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے نبی محمد ﷺ کی سنت ہے۔ ابراہیم خلیل حکم دیے گئے کہ اپنے اس بیٹے کو جو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں انہیں عطا کیا، ذبح کریں۔ یہ بہت بڑا امتحان اور بہت بڑی آزمائش تھی اور وہ اس امتحان میں کامیاب ہوئے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾

”پھر جب وہ (بچہ) اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا کہ میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا: ابا! جو حکم ہوا ہے اسے بجا لائیے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔“ (سورة الصافات: 37، آیت: 102)

﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا﴾ یعنی جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے تیار ہو گئے، ﴿وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝﴾ ”اس (بیٹے) کو پیشانی کے بل گرا دیا۔“ (سورة الصافات: 37، آیت: 103) یعنی منہ کے بل لٹا لیا۔ کہا گیا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے کہا: اے ابا جی! جب آپ مجھے ذبح کرنے کا ارادہ فرمائیں تو مجھے منہ کے بل لٹا لیں، مجھے ڈر

ہے کہ کہیں آپ کو ترس نہ آجائے اور مجھے ذبح نہ کر سکیں۔

﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝﴾

''تو ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا۔'' (سورۃ الصافات: 37، آیات: 104-107)

تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دو عظیم مینڈھے جنت سے اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں دیے، پھر ان کے بعد یہی سنت ٹھہری۔

ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے قربانی کو ذبح کرنا اور خون بہانا ساری امتوں میں مشروع رہا، جیسا کہ ہمارے رب نے فرمایا:

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾

''اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انھیں دے رکھے ہیں۔'' (سورۃ الحج: 22، آیت: 34)

اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ﴾ ''اور ہر امت کے لیے'' یہ سب امتوں پر دلالت کرتا ہے، ﴿جَعَلْنَا مَنْسَكًا﴾ ''ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے۔'' یعنی وہ خون بہاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے خون بہانا بڑی عبادات میں سے ہے اور اس سے مقصود گوشت نہیں بلکہ اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور تقویٰ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾

''اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔'' (سورۃ الحج: 22، آیت: 37)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نماز اور قربانی دونوں اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے کی جانے والی عظیم عبادات ہیں ...... اور بڑی مالی عبادت قربانی ہے اور بڑی بدنی عبادت نماز ہے اور بندے کے لیے جو کچھ نماز میں جمع ہوتا ہے، وہ دوسری ساری عبادتوں میں جمع نہیں ہوتا جسے زندہ دل اور بلند ہمت والوں نے پہچانا ہے اور جو اس کے لیے قربانی میں اللہ تعالیٰ کے لیے ایثار، اس کے ساتھ حسن ظن، قوت یقین اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس پر اعتماد جمع ہوتا ہے وہ بڑا عجیب امر ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ ایمان اور اخلاص جڑا ہوا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کے اس فرمان کی تعمیل فرمائی:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○﴾

''پس تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔'' (سورۃ الکوثر: 108، آیت: 2)

پس آپ ﷺ بہت زیادہ نماز پڑھنے اور بہت زیادہ قربانی کرنے والے تھے، یہاں تک کہ حجۃ الوداع میں آپ نے اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ نحر کیے۔'' (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: 532/16)

بعض لوگ قربانی اور ہدی کثرت سے خریدتے ہیں لیکن کبھی کبھی وہ قربانی نہیں کرتے اور حج میں ہدی سے بچنے کے لیے حج افراد اختیار کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ مسلمان جو قربانی خریدنے کے لیے خرچ کرتا ہے، وہ غنیمت ہے، بوجھ نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم میں سے ہے۔ جتنی ہدی اکمل اور احسن ہوگی، اتنا اجر اور ثواب عظیم ہوگا۔

سب سے افضل قربانی اونٹ کی ہے، پھر گائے کی، پھر بھیڑ بکری کی۔ ان میں سب سے افضل وہ ہے جو سب سے موٹی اور خوبصورت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○﴾

''یہ سن لیا اب اور سنو! اللہ کی نشانیوں کی جو تعظیم (عزت وحرمت) کرے، یہ اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔'' (سورۃ الحج: 22، آیت: 32)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں آیا ہے:

«اسْتِعْظَامُهَا، وَاسْتِحْسَانُهَا، وَاسْتِسْمَانُهَا»

’’اس کی تعظیم کرنا اور اس کا خوبصورت ہونا اور اس کا موٹا ہونا ہے۔‘‘ (تفسير الطبري: 540/16)

سیدنا ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«كنَّا نُسَمِّنُ الأُضحِيَّةَ بالمدينةِ، وكانَ المسلمونَ يُسَمِّنُونَ»

’’ہم مدینہ میں قربانیوں کو پالا کرتے تھے اور مسلمان اپنی قربانیوں کو پالا کرتے تھے۔‘‘ (بخاری نے اسے تعلیقاً بیان کیا ہے: 100/7)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا:

’’قربانی کا اجر اس کی قیمت کے مطابق ہوتا ہے۔‘‘ (دیکھیں: الأخبار العلمية من الاختيارات الفقهية، ص: 178)

یعنی ضابطہ یہ ہے: ہدی اور قربانی میں افضل وہ جانور ہے جو سب سے زیادہ مہنگا اور سب سے زیادہ قیمت والا ہے اور یہی قریب ترین قول ہے، واللہ اعلم۔

جتنا جانور پیدائشی طور پر مکمل ہوگا، اتنا وہ افضل ہوگا اور اجر وثواب میں زیادہ ہوگا، یہاں تک کہ علماء نے کہا: جو زیادہ خوبصورت نظر آئے گا، وہ زیادہ افضل ہوگا اس لیے (حدیث میں ہے کہ)

«ضَحَّى النبيُّ ﷺ بكَبْشينِ أمْلَحَيْنِ أقْرَنَيْنِ»

’’نبی کریم ﷺ نے دو مینڈھے جن کا رنگ سفید اور سیاہ تھا سینگوں والے تھے، قربان کیے۔‘‘ (صحیح البخاري، حديث: 1712، صحيح مسلم، حديث: 1966 انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

املح کا معنی ہے: جس کا سفید رنگ سیاہ سے زیادہ ہو۔

بھیڑ اور بکری ایک آدمی کی طرف سے اور اونٹ اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے جائز ہوگی۔

قربانی میں شرکت کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ملکیت میں شراکت:

وہ یہ ہے کہ دو یا زیادہ آدمی قربانی میں شریک ہوں تو اونٹ اور گائے میں سات اشخاص تک شریک ہو سکتے ہیں مگر بھیڑ بکری کی ملکیت میں شراکت صحیح نہیں ہے کیونکہ قربانی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا

ذریعہ ہے تو یہ قربانی وقت، عدد اور کیفیت کے اعتبار سے مشروع طریقے سے ہونا ضروری ہے۔ اگر قربانی میں گائے اور اونٹ کے سوا ملکیت میں شراکت جائز ہوتی تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ضرور ایسا کرتے کیونکہ وہ سب سے زیادہ خیر حاصل کرنے کے حریص تھے اور ان میں فقراء زیادہ تھے جو پوری قربانی نہیں کر سکتے تھے۔ اگر انہوں نے ایسا کیا ہوتا تو وہ ان سے نقل ہوتا کیونکہ امت کو ایسی باتیں پہنچنی ضروری تھیں جن کی امت کو حاجت ہے تو معلوم ہوا کہ بھیڑ بکری میں شراکت جائز نہیں۔

اس بنا پر اگر دو آدمی اپنی طرف سے قربانی کرنے کے لیے ایک قربانی (بھیڑ یا بکری) میں شریک ہوں تو یہ صحیح نہیں ہوگا لیکن اگر دو آدمی قربانی میں شریک ہوں اور دوسرے شخص کے لیے قربانی کریں جیسے وہ قربانی میں شریک ہوں اور اپنے والد یا اپنی والدہ کی طرف سے قربانی کریں تو یہ صحیح ہوگا کیونکہ یہ قربانی ایک شخص کی طرف سے ہی ہوئی ہے اور وہ ایک شخص باپ یا ماں ہے۔

دوسری قسم: ثواب میں شراکت:

وہ یہ ہے کہ اس طرح کے قربانی کا مالک ایک ہی ہو اور ثواب میں اس کے ساتھ دوسرے مسلمان شریک ہوں تو یہ جائز ہے اور انسان قربانی کے ثواب میں جتنے چاہے اشخاص کو شریک کر سکتا ہے کیونکہ اللہ کا فضل بہت وسیع ہے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قربانی کو ذبح کیا فرمایا:

«بِاسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ»، ثُمَّ ضَحَّى بِهِ.

”اللہ کے نام سے اے اللہ! محمد اور آل محمد اور امت محمدیہ کی طرف سے قبول فرما۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی۔ (صحیح مسلم، حدیث: 1967)

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والا مینڈھا قربان کیا اور فرمایا:

«هذا عَنِّي وعمَّن لم يُضَحِّ من أُمَّتي»

”یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں جو قربانی نہیں کر سکے گا اس کی طرف سے ہے۔“ (مسند أحمد، حدیث: 11051 اور الحاکم نے المستدرك میں اسے صحیح قرار دیا ہے، حدیث: 7549، اور کہا: حدیث صحیح الاسناد ہے، اور بخاری اور مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔)

سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كَانَ الرَّجُلُ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعِمُونَ»

''ایک آدمی ایک بکری اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتا تھا تو وہ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے۔'' (جامع الترمذي، حديث: 1505 اور کہا: ''حدیث حسن صحیح ہے۔'')

یعنی نبی کریم ﷺ کے زمانے میں۔

ثواب میں شریک ہونے کا باب وسیع ہے۔ انسان کے لیے جائز ہے کہ مسلمانوں میں سے جسے چاہے ثواب میں شریک کرے۔

قربانی کے متعلق مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے: اگر گھر میں زیادہ لوگ ہوں اور وہ قربانی کر سکتے ہوں تو افضل یہی ہے کہ ہر ایک قربانی کرے کیونکہ قربانی کی فضیلت بہت بڑی ہے بلکہ یہ مالی عبادات میں سب سے افضل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم میں داخل ہے، لہٰذا جو قربانی کرنے کی طاقت رکھتا ہو، اسے اپنی طرف سے قربانی کرنی چاہیے۔ اگر وہ ایک آدمی کی طرف سے قربانی کرے اور اپنے گھر والوں کو ثواب میں شریک کر لے تو اس میں بھی وسعت ہے۔

اے اللہ! ہمیں اعمال صالحہ کے ذریعے اپنے تقرب کی توفیق فرما، انہیں اپنے لیے خالص بنا اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام زندہ اور فوت شدہ مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

درس 7

قربانی کے احکام ②

سب تعریفیں اللہ ذوالجلال والاکرام کے لیے ہیں جو ''الحی'' ہے جسے موت نہیں آئے گی اور ''القیوم'' جو سوتا نہیں۔ درود وسلام سارے انسانوں کے سردار ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں پر۔ امابعد:

قربانی کے متعلق مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ ان شرطوں کو جانا جائے جو اس کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہیں۔

پہلی شرط:

وہ **بھیمۃ الانعام** (پالتو جانوروں) میں سے ہو، اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری سے۔ ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

دوسری شرط:

جانور کی عمر شرعی اعتبار سے صحیح ہو، اور وہ اونٹ کے لیے پانچ سال، گائے کے لیے دو سال، بکری کے لیے ایک سال اور چھترا دنبہ کے لیے چھ ماہ۔

تیسری شرط:

ان عیوب سے صحیح سلامت ہونا جو قربانی کے جائز ہونے میں رکاوٹ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جو ان میں سے نمایاں عیوب ہیں، ان کا ذکر فرمایا:

«أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ الْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا

وَالْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا وَالْعَجْفَاءُ الَّتِي لَا تُنْقِي»

''چار قسم کے جانور قربانی میں جائز نہیں ہیں: کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو، بیمار جس کی بیماری واضح ہو، لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور انتہائی کمزور کہ اس کی ہڈی میں گودا نہ ہو۔'' (سنن أبي داود، حديث: 2802، جامع الترمذي، حديث: 1497، سنن النسائي، حديث: 4369، سنن ابن ماجه، حديث: 3144، اور امام ترمذی نے کہا: ''حدیث حسن صحیح ہے۔'' اور امام احمد نے کہا: ''کتنی اچھی حدیث ہے!'' اور ابن الملقن نے اسے صحیح کہا ہے۔ دیکھیں: البدر المنير: 286/9)

نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں چار عیوب ذکر کیے جو قربانی میں جائز نہیں اور وہ یہ ہیں:

پہلا: (عوراء) کانا اور اس کو مقید کیا: «الْبَيِّنُ عَوَرُهَا» ''جس کا کانا پن ظاہر ہو۔'' کانا سے مراد ہے جس کی آنکھ بیٹھ گئی ہو یا باہر نکلی ہو، تو جب کانے کی قربانی جائز نہیں تو اندھے کی بدرجہ اولی جائز نہیں ہوگی۔

دوسرا: (مریضہ) وہ بیمار جس کا مرض واضح ہو۔ مراد وہ ہے جس پر مرض کے آثار ظاہر ہوں اور لازمی ہے کہ مرض واضح ہو، اس طرح ہو جائے کہ چرنے چگنے سے بیٹھ جائے۔ اگر مرض واضح نہ ہو، صرف سستی اور کاہلی ہو، چرنے چگنے سے نہ رکے تو اس کی قربانی جائز ہوگی لیکن اگر اس سے بھی سلامت ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ قربانی کے جائز ہونے میں رکاوٹ بننے والی بیماری میں سے ایک جَرَب (خارش) ہے، جرب (خارش) واضح مرض ہے اور قربانی کے جائز ہونے میں رکاوٹ ہے (لہٰذا خارش والے جانور کی قربانی جائز نہیں)۔

تیسرا: (عرجاء) ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن واضح ہو، یعنی وہ صحیح جانوروں کے ساتھ چلنے کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ لنگڑا جانوروں کے ساتھ چراہ گاہ میں جاتے ہوئے پیچھے رہ جاتا ہے اور اس وجہ سے اس کا گوشت کم ہو جاتا ہے۔ جب ہم نے کہا کہ لنگڑے کی قربانی جائز نہیں تو جس کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی بدرجہ اولی جائز نہیں ہوگی۔

چوتھا: (عجفاء) کمزور ترین، یہ وہ ہے جس کی ہڈیوں میں مخ ختم ہوگئی ہو اور اتنا کمزور ہو چکا ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا باقی نہ رہے۔

اسی طرح جن جانوروں کی قربانی سے روکا گیا ہے، ان میں یہ بھی ہے:

(عضباء) یہ وہ ہے جس کے کان یا سینگ کا اکثر حصہ نہ ہو، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

«« نَهَى أَنْ يُضَحَّى بِعَضْبَاءِ الْأُذُنِ وَالْقَرْنِ »

''نبی کریم ﷺ نے ایسی قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے جس کا کان کٹ گیا ہو اور سینگ ٹوٹا ہو۔'' (سنن أبي داود، حديث: 2805، جامع الترمذي، حديث: 1504، سنن النسائي، حديث: 4377، سنن ابن ماجه، حديث: 3145 اور مسند أحمد، حديث: 633، اور امام ترمذی نے کہا: ''حدیث حسن صحیح ہے۔'')

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: (عضب) سے مراد یہ ہے کہ آدھا یا اس سے زیادہ ٹوٹا یا کٹا ہو۔

❀ عضباء وہ جانور جس کا آدھے سے زیادہ سینگ یا آدھا سینگ ٹوٹ گیا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی، اسی طرح اگر آدھا کان یا آدھے کان سے زیادہ کٹ گیا ہو تو اس کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی لیکن اگر آدھے کان یا آدھے سینگ سے کم کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی کراہت کے ساتھ جائز ہوگی۔

کان کٹے پر قیاس کرتے ہوئے دم کٹے کی قربانی جائز بھی نہیں ہوگی بلکہ اس کی تو بالاولی یہ جائز نہیں ہوگی کیونکہ جانور کان کی نسبت دم سے زیادہ مستفید ہوتا ہے اور دم میں (جانور کی) بڑی مصلحت ہوتی ہے جس سے وہ موذی چیزوں سے اپنا دفاع کرتا ہے۔

سُرین کٹے ہوئے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں کیونکہ جب کان کٹے یا سینگ ٹوٹے کی قربانی جائز نہیں تو سُرین کٹے کی بدرجہ اولی جائز نہیں ہوگی کیونکہ سُرین ایک عضو مقصود ہے تو اس کا کٹ جانا قربانی کے جائز نہ ہونے میں اولی ہے اس جانور سے جس کے کان یا سینگ کٹے ہوئے ہوں۔

کبار علماء کمیٹی نے شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ کی صدارت میں فتوی صادر کیا کہ سُرین کٹے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے (دیکھیں: قرارات هيئة كبار العلماء، ص: 275، قرار: 183، مورخہ 1414/7/12ھ، 1993/12/15 عیسوی) مگر جس کی پیدائشی طور پر سُرین نہ ہو بلکہ دم ہو جیسے گائے کی دم ہوتی ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔

جو لوگ جانور پالتے ہیں، ان کی طرف رجوع کرنے سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ سُرین کٹا ہوا ہے یا پیدائشی طور پر اس کی دُم ہے۔

❀ رہی بات (ہتماء) کی، یہ وہ ہے جس کے کچھ دانت گرے ہوئے ہوں تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی قربانی جائز نہیں اور یہ حنبلی مذہب میں مشہور ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ اور اسی کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

نے اختیار کیا ہے (دیکھیں: الأخبار العلمية من الاختيارات الفقهية، ص: 178) لیکن اس سے بچنا بہتر ہے کیونکہ دانتوں میں خوبصورتی اور منفعت ہوتی ہے اور کچھ دانتوں کا ضائع ہوجانا اس میں خلل ڈالتا ہے، لہٰذا قریب ترین قول اس کے جائز ہونے کا ہے اور اس سے بچنا زیادہ بہتر ہے۔

- ❀ (جَدَّاء) وہ جانور جس کے تھن خشک ہوکر سوک گئے ہوں اور اس کا دودھ منقطع ہوگیا ہو۔ راجح قول کے مطابق اس کی قربانی جائز ہے کیونکہ اس کے گوشت میں کوئی نقص نہیں اور نہ ہی اس کی پیدائشی صورت میں کوئی نقص ہے اور دودھ قربانی میں مقصود نہیں ہوتا۔
- ❀ (صمعاء) چھوٹے کان والا اور (جماء) جس کے سینگ پیدائشی نہیں ہوتے تو یہ بغیر کراہت کے جائز ہے۔
- ❀ اسی طرح جوخصی ہے، اس کی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض علماء اسے مستحب کہتے ہیں کیونکہ خصی ہونے سے جانور کا گوشت اور زیادہ مزیدار ہوجاتا ہے۔ سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

«ضَحَّى رسولُ اللهِ بكَبْشينِ أمْلَحينِ خصِيَّينِ»

''رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈوں کی قربانی کی جن کا رنگ سفید وسیاہ تھا اور خصی تھے۔'' (مسند أحمد، حدیث: 23860 اور ہیثمی نے مجمع الزوائد: 4/21 میں کہا: ''اسے احمد نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔)

جانور ذبح کرتے وقت تسمیہ (بسم اللہ کہنا) واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے، فرمایا:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾

''اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام نافرمانی کا ہے۔'' (سورة الأنعام: 6، آیت: 121)

ذبح کے وقت تسمیہ کے ساتھ تکبیر کہنا بھی مستحب ہے، لہٰذا کہے: بسم الله والله أكبر. سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

«ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ وَسَمَّى وَكَبَّرَ وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا»

''نبی ﷺ نے دو سفید سیاہ رنگ کے بڑے سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی دی۔ آپ نے انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، بسم اللہ پڑھی اور تکبیر کہی اور آپ نے (قربانی کے وقت انھیں لٹا کر) اپنا

پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 5565، صحيح مسلم، حديث: 1966)

صِفاح سے مراد پہلو ہیں۔

بسم اللہ واللہ اکبر کہنے کے بعد مستحب ہے کہ یہ کہے: اللهم تقبل مني. ''اے اللہ! میری طرف سے قبول فرما۔'' اگر ذبح کرنے والا دوسرے کی طرف سے وکیل ہے تو وہ کہے: اللهم تقبل من فلان. ''اے اللہ! فلاں (اس کا نام لے کر) کی طرف سے قبول فرما۔'' ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب اپنی قربانی ذبح کی تو فرمایا:

«بِاسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ» ثُمَّ ضَحَّى بِه.

''بسم اللہ، اے اللہ! محمد (ﷺ) کی طرف سے اور محمد (ﷺ) کی آل کی طرف سے اور محمد (ﷺ) کی امت کی طرف سے اس کو قبول کر۔'' پھر آپ ﷺ نے اس کی قربانی کی۔ (صحيح مسلم، حديث: 1967)

اس بنا پر ذبح کے وقت جو ذکر کیا جائے گا وہ ہے: بسم الله والله اكبر، اللهم تقبل مني.

مرد اور عورت دونوں کا قربانی کرنا صحیح ہے اگر چہ عورت حیض میں ہی کیوں نہ ہو۔

ذبح کا وقت نماز عید کے بعد ہے۔ جس نے نماز سے پہلے قربانی ذبح کی تو اس کی بکری کا گوشت عام گوشت کی طرح ہوگا (اس کی قربانی نہیں ہوگی)۔

اہل علم کے راجح قول کے مطابق ذبح کا وقت عید کے بعد تین دن تک ہوتا ہے۔ ذبح کرنے کے چار دن ہیں: عید کا دن اور تین دن عید کے بعد۔

قربانی کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ یہ قول ہی سے متعین ہو جاتی ہے، وہ کہے: یہ قربانی ہے، جب یہ کہہ دیا تو قربانی کا تعین ہو گیا، پھر اس کا بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہیں ہوگا۔ صرف نیت سے قربانی کا تعین نہیں ہوتا اور اسی طرح راجح قول کے مطابق قربانی کی نیت کے ساتھ خریدنے سے بھی تعین نہیں ہوگا۔ جس طرح اگر وقف کرنے کے لیے مکان خریدا تو محض وقف کی نیت کے ساتھ خریدنے سے وہ وقف نہیں ہوگا۔

سنت یہ ہے کہ قربانی سے کچھ کھائے اور کچھ صدقہ کر دے کیونکہ قربانی ہدی کی طرح ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ

نے فرمایا:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾

''پس تم خود بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔'' (سورة الحج: 22، آیت: 28)

اور فرمایا:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾

''اسے خود بھی کھاؤ اور سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔'' (سورة الحج: 22، آیت: 36)

قربانی عید کے دن کرنا ایام تشریق میں کرنے سے زیادہ افضل ہے کیونکہ عید کا دن دس ذوالحجہ میں داخل ہے اور ذوالحجہ کے عشرے میں نیک اعمال کا اجر دگنا ہوتا ہے۔

اے اللہ! ہمارے ساتھ اپنے احسان کا معاملہ فرما۔ ہم پر اپنی رحمت و مغفرت کا احسان فرما اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 8

ترویہ کا دن

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر ہر چیز کا فیصلہ کیا اور اپنی شریعت کو اپنی حکمتِ بالغہ کے ساتھ محکم بنایا تاکہ مخلوق کے لیے ہر چیز واضح ہو جائے اور وہ بصیرت پکڑ لیں۔ درود و سلام ہوں اس کے رسول محمد ﷺ اور آپ کی آل واصحاب پر بہت زیادہ سلام۔ اما بعد:

حج کے اعمال، ترویہ کے دن سے شروع ہوتے ہیں۔ یہ ذوالحجہ کے مہینے کا آٹھواں دن ہے اسے یوم ترویہ کا نام دیا گیا ہے کیونکہ پرانے زمانے میں لوگ حج کی تیاری کے لیے اس دن پانی جمع کرتے اور خود بھی پیتے اور جانوروں کو بھی پلاتے کیونکہ حج کے مقامات میں پانی نہیں تھا اور آگے حج کے دن آرہے ہوتے تھے۔ پہلے عرفات، اس کے بعد مزدلفہ، پھر اس کے بعد منی کی طرف لوٹتے تھے تو وہ حج کی تیاری میں اس دن پانی جمع کرتے تھے۔

حاجی کے لیے اس دن کے اعمال:

حاجیوں کے لیے اس دن چاشت کے وقت احرام باندھنا مشروع ہے جب وہ حج تمتع کر رہا ہو متمتع کے لیے احرام باندھنے سے پہلے غسل اور صفائی کرنا سنت ہے، پھر وہ مشروع نماز پڑھے جیسے چاشت کی دو رکعتیں یا تحیۃ الوضوء۔ احرام جس جگہ سے چاہے باندھے، بعض صحابہ سے مکہ میں احرام باندھنا ثابت ہے، پھر اس کے بعد منی روانہ ہو۔ سنت یہ ہے کہ مشروع نماز سے فارغ ہوکر تحمید، تسبیح اور تکبیر کے بعد احرام کی نیت کرے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

«بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ»

''نبی کریم ﷺ نے رات ذوالحلیفہ میں گزاری حتی کے صبح ہوئی تو مقام بیداء سے سواری پر بیٹھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد، اس کی تسبیح اور تکبیر کہی، پھر حج اور عمرہ کے لیے ایک ساتھ احرام باندھا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1551)

اس سنت کی طرف بہت کم لوگ توجہ کرتے ہیں جیسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''احرام (کی نیت) سے پہلے تسبیح کے اور جو اس کے ساتھ ذکر ہوا (تحمید وتکبیر) اس کے مستحب ہونے کا یہ حکم ایسا ہے کہ بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے اس اس کے ثبوت کے باوجود اس کا تذکرہ کیا ہے۔'' (فتح الباري: 3/412)

غسل کے بعد اور حج کی نیت کرنے سے پہلے **سبحان الله والحمد لله والله اكبر** کہے، پھر اس کے بعد **اللهم لبيك حجا** کہے، مگر حج افراد اور قران کرنے والے مسلسل احرام میں رہیں گے۔

اس کے بعد حاجی احرام میں ترویہ کے دن (آٹھ ذوالحجہ کو) منی میں رہے گا۔ ترویہ کے دن منی میں ظہر کی دو رکعتیں، عصر کی دو رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں، عشاء کی دو رکعتیں اور عرفہ کے دن فجر کی دو رکعتیں پڑھے گا اور نماز وہاں بغیر جمع کے چار رکعت والی دو رکعت قصر ادا ہوگی۔

قصر اہل مکہ کے علاوہ جو لوگ ہیں، ان کے لیے ہے۔ مکہ والے پوری نماز پڑھیں گے اور قصر نہیں کریں گے۔ یہ جمہور فقہاء کا قول ہے کیونکہ قصر کرنا سفر کی وجہ سے ہے اور مکہ اور حج کے مقامات کے درمیان مسافت جمہور کے نزدیک قصر کی مسافت سے کم ہے اور آج کے وقت میں تو مکہ حج کے مقامات کے ساتھ متصل ہو گیا ہے تو اس طرح اہل علم کے سب سے راجح قول کے مطابق مکہ کے لوگ نماز پوری پڑھیں گے اور قصر نہیں کریں گے۔

ترویہ کے دن کثرت سے تلبیہ پڑھنا سنت ہے اور یہ حاجیوں کا امتیازی نشان ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَفْضَلُ الْحَجِّ الْعَجُّ وَالثَّجُّ»

''افضل حج وہ ہے جس میں کثرت سے تلبیہ پکارا گیا ہو اور خوب خون بہایا گیا ہو۔'' (جامع الترمذي، حديث: 827 سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت سے، اور اسے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حديث: 2631، اور الحاکم نے المستدرك حديث: 1655 میں اسے صحیح قرار دیا ہے، اور کہا: ''یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، اور بخاری اور مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔'')

«الْعَجُّ» سے مراد: بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا ہے، اور «الثَّجُّ»: قربانی کے جانور کا خون بہانا ہے۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُلَبِّي إِلَّا لَبَّى مَنْ عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ مِنْ حَجَرٍ أَوْ شَجَرٍ أَوْ مَدَرٍ حَتَّى تَنْقَطِعَ الْأَرْضُ مِنْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا»

’’جو مسلمان بھی تلبیہ پکارتا ہے، اس کے دائیں یا بائیں پائے جانے والے پتھر، درخت اور ڈھیلے سبھی تلبیہ پکارتے ہیں، یہاں تک کہ دونوں طرف کی زمین کے آخری سرے تک کی سب چیزیں تلبیہ پکارتی ہیں۔‘‘

اکثر اہل علم کے نزدیک منی جانا اور ترویہ کے دن ٹھہرنا مستحب ہے، واجب نہیں اور اس پر اجماع بھی نقل ہوا ہے۔

عرفہ کی رات ترویہ کے دن کے تابع ہے، حاجی کے لیے اس رات منی میں رہنا مستحب ہے۔ عرفات کے دن جب فجر طلوع ہو تو حاجی منی میں فجر کی نماز ادا کرے، پھر جب سورج طلوع ہو جائے تو عرفات کی طرف چل پڑے۔

تلبیہ پڑھتے رہنا سنت ہے اور اگر تکبیرات پڑھتا ہے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جب منیٰ سے عرفات جا رہے تھے تو ان میں کچھ تلبیہ اور کچھ تکبیرات کہہ رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو صحیح کہا۔

اگر حاجی کے لیے ممکن ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے سورج کے زوال سے پہلے عرفہ کے دن مسجد نمرہ میں ٹھہرے، یہی افضل ہے اور اگر ممکن نہ ہو، اور یہی آج کل حاجیوں کا غالب حال ہے، تو وہ سیدھا عرفات چلا جائے، کوئی حرج نہیں۔ غیر حاجی کو بھی اس دن کو اعمال صالحہ کے لیے غنیمت جاننا چاہیے کیونکہ ترویہ کا دن ذوالحجہ کے عشرے میں سے ہے جس میں اجر دگنا ہو جاتا اور عظیم ثواب ملتا ہے۔

اے اللہ! ہمیں ان اقوال اور اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہیں، اپنے ذکر، شکر اور حسنِ عبادت کرنے پر ہماری مدد فرما اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمان کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 9

عرفہ کا دن

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بہت زیادہ فضل و کرم والا ہے اور اس کی بہت زیادہ جود وسخا اور نعمتوں پر اس پاک ذات کا شکر ہے۔ درود وسلام اس کے بندے اور رسول ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کی آل واصحاب پر۔ اما بعد:

عرفہ کا دن بہت عظیم دن ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص دنوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں حاجیوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

«إِذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ إِنَّ اللهَ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ، فَيُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُولُ: انْظُرُوا إِلَى عِبَادِي أَتَوْنِي شُعْثًا غُبْرًا ضَاحِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ»

”جب عرفات کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تشریف لاتا ہے اور عرفات کے حاجیوں کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں کی طرف دیکھو، وہ میرے پاس گرد و غبار سے اَٹے ہوئے آئے ہیں، ہر دور دراز علاقے سے حاضر ہوئے ہیں، میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے انہیں معاف کر دیا ہے۔“ (ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حدیث: 2840 جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

اس دن رحمتیں نازل ہوتی ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں، درجات بلند کیے جاتے ہیں اور خطائیں اور گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ، مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ

لَيَدْنُو، ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمِ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ؟»

''کوئی دن نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے بڑھ کر بندوں کو آگ سے آزاد فرماتا ہو، وہ (اپنے بندوں کے) قریب ہوتا ہے، پھر فرشتوں کے سامنے ان پر فخر کرتا ہے اور پوچھتا ہے: یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟'' (صحیح مسلم، حدیث: 1348)

اس عظیم حدیث پر غور کریں جس میں نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ اس میں کثرت سے لوگ آگ سے آزاد کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت سارے بندوں کو اس دن آگ سے نجات دیتا ہے اور یہ اس عظیم دن رحمتیں نازل ہونے کی دلیل ہے اور اسی لیے (آپ ﷺ نے فرمایا):

«مَا رُئِيَ الشَّيْطَانُ يَوْمًا هُوَ فِيهِ أَصْغَرُ وَلَا أَدْحَرُ وَلَا أَحْقَرُ وَلَا أَغْيَظُ مِنْهُ فِي يَوْمِ عَرَفَةَ وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِمَا رَأَى مِنْ تَنَزُّلِ الرَّحْمَةِ وَتَجَاوُزِ اللهِ عَنِ الذُّنُوبِ الْعِظَامِ إِلَّا مَا أُرِيَ يَوْمَ بَدْرٍ»

''شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ کسی روز ذلیل، منحوس، حقیر اور غضبناک نہیں دیکھا گیا، اس وجہ سے کہ وہ اہلِ عرفہ پر اللہ کی رحمت اترتی ہوئی اور بڑے بڑے گناہ معاف ہوتے ہوئے دیکھتا ہے سوائے بدر کے دن کے، اس دن بھی شیطان کا یہی حال تھا۔'' (مالك في الموطا: 424/1، حدیث: 245 میں روایت کیا ہے۔)

درج بالا حدیث میں نبی کریم ﷺ کا جو یہ قول ہے: «وَإِنَّهُ لَيَدْنُو» ''اور وہ قریب ہوتا ہے۔'' یعنی رب عزوجل جو بلند و بالا ہے، حاجیوں کے قریب ترین ہوتا ہے جس طرح اس کی عظمت وجلال کے لائق ہے۔

آپ ﷺ کا یہ جو فرمان ہے:

«ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمِ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ؟»

''اور فرشتوں کے سامنے ان لوگوں پر فخر کرتا ہے اور پوچھتا ہے: یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟''

یہ حاجی حضرات ایک لباس میں جمع ہیں، ان میں تمام فرق ختم ہو گئے ہیں، وہ اِس جگہ ہر طرف اور ہر جانب سے آئے ہیں، دنیا کے تمام ملکوں سے اس وقت میں ایک ہی غرض اور ایک ہی مقصد لے کر اپنے اختیار سے بلکہ شوق اور محبت سے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا چاہتے ہوئے، اس لیے رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے:

«انظُرُوا إِلَى عِبَادِي أَتَوْنِي شُعْثًا غُبْرًا ضَاحِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ»

''میرے بندوں کی طرف دیکھو،'' وہ میرے پاس گردوغبار سے اٹے ہوئے آئے ہیں، ہر دور دراز علاقے سے حاضر ہوئے ہیں، میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے انہیں معاف کر دیا ہے۔''

یہ فخر اس لیے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب بشر کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے فرمایا تھا:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝﴾

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا کہ ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے، ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔'' (سورة البقرة: 2، آیت: 30)

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: کیا تم نے نہیں کہا تھا:

﴿أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ﴾

''کیا تو اسے بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔''

میرے ان بندوں کی طرف دیکھو یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ اور یہ کس مقصد کے لیے جمع ہوئے ہیں؟ اُن کی طرف دیکھو یہ بکھرے بالوں کو لے کر اور غبار آلود ہو کر، تکلیف برداشت کر کے، دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، اللہ عزوجل کے آگے گریا زاری کرتے ہوئے اور تلبیہ پڑھتے ہوئے آئے ہیں، پھر فرماتا ہے کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا:

﴿إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝﴾

''میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

عرفہ میں کھڑے ہونا سورج کے زوال سے شروع ہوتا ہے، یعنی ظہر کی اذان کے وقت سے اور یہ اکثر اہل علم کا قول ہے بلکہ اس پر اجماع بیان کیا گیا ہے اگرچہ اس مسئلہ میں اجماع ثابت نہیں ہے۔

حنبلی مذہب کے مطابق عرفات میں کھڑے ہونے کی ابتدا طلوع فجر سے ہوتی ہے۔ راجح قول جمہور کا ہے کہ کھڑے ہونے کی ابتدا سورج کے زوال سے ہوگی کیونکہ نبی ﷺ زوال کے بعد کھڑے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ»

''لوگو! مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو۔'' (اسے بیہقی نے السنن الکبریٰ، حدیث: 9524 میں روایت کیا ہے، اور یہ صحیح مسلم میں ہے، حدیث: 1997 اس لفظ کے ساتھ «لتأخذوا مناسككم» ''تم اپنے حج کا طریقہ ضرور سیکھو۔'')

آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین بھی زوال کے بعد کھڑے ہوتے تھے۔

حاجی کے لیے سب سے افضل عمل عرفات کے دن دعا کرنا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے سورج کے زوال کے بعد خطبہ دینے اور ظہر اور عصر کی نماز دو دو رکعتیں پڑھنے کے بعد پہاڑ کے پاس میدان عرفات کے آخری کنارے جو جبل اِلال ہے، جسے جبل رحمت بھی کہا جاتا ہے، اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور اسی پر سوار رہے۔ آپ قبلہ رخ ہو کر ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے ظہر سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک دعا مانگتے رہے۔ اس لمبے وقت میں آپ نے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرنے کے سوا اور کوئی کام نہیں کیا، یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی کی نکیل گر گئی تو آپ نے ایک ہاتھ سے اسے پکڑا اور دوسرا ہاتھ مسلسل اٹھائے رکھا۔

صحابہ کو شک ہوا کہ آپ شاید روزے سے ہیں کیونکہ انہوں نے اس سارے وقت میں آپ کو دعا مانگتے ہی دیکھا تو انہوں نے آپ ﷺ کی حالت معلوم کرنا چاہی۔ ام فضل رضی اللہ عنہا نے عصر کے بعد آپ کو دودھ بھیجا تو آپ نے پی لیا جبکہ لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ آپ مفطر، یعنی روزے سے نہیں ہیں۔ (صحيح البخاري، حديث: 1988، صحيح مسلم، حديث: 1123)

عرفات میں کھڑے ہونے کا وقت طلوع فجر تک ہے۔ جس نے طلوع فجر سے پہلے عرفہ میں کھڑا ہونا پالیا، اگرچہ ایک لمحے ہی کیوں نہ ہو، تو اس نے حج پا لیا لیکن سنت یہ ہے کہ جو دن کو عرفات میں کھڑا ہو چکا ہو، وہ سورج غروب ہونے کے بعد وہاں سے نکل آئے، البتہ عرفات میں کھڑے ہونے کا وقت طلوعِ فجر تک ہے۔

عرفات کے میدان کی حد بندی کی جو بات ہے تو وہاں علامات لگائی گئی ہیں جو عرفات کے شروع اور ختم ہونے کی جگہ کو واضح کرتی ہیں۔

حاجی کو عرفات کی حدود میں داخلے کی تاکید کر لینی چاہیے کیونکہ جو عرفات میں کھڑا نہیں ہوگا، اس کا حج نہیں ہوگا۔ عرفات میں کھڑے ہونا ارکان حج میں سب سے زیادہ تاکیدی رکن ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«الْحَجُّ عَرَفَةُ»

”حج تو عرفات (میں کھڑا ہونا) ہی ہے۔“ (جامع الترمذي، حديث: 889، سنن النسائي، حديث: 3016، سنن ابن ماجه، حديث: 3015 عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح حدیث: 2822 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور الحاکم نے المستدرك میں حدیث: 3100: اور کہا: ”یہ حدیث صحیح ہے، اور بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔“)

جو حج نہیں کر رہے، ان کے لیے عرفات کے دن کا روزہ رکھنا تاکیدی طور پر مستحب ہے۔ نبی کریم ﷺ سے عرفہ کے دن روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ»

”یہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔“ (صحيح مسلم، حديث: 1162 ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

پھر عرفہ کا دن ذوالحجہ کے آخری عشرے میں سے ہے جس میں اجر دگنا ہو جاتا ہے اور روزہ نیک اعمال میں سب سے افضل عمل ہے۔

مسلمان کا عرفہ کے دن عصر کے بعد ذکر و دعا کے لیے مسجد میں رہنا بہت اچھا عمل ہے۔ صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ»

”جو قوم بھی اللہ عزوجل کو یاد کرنے کے لیے بیٹھتی ہے، اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اس پر اطمینان قلب نازل ہوتا ہے اور اللہ اس کا ذکر ان میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔“ (صحيح مسلم، حديث: 2700)

صحیحین میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا

يَذْكُرُونَ اللهَ تَنَادَوْا: هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ قَالَ: فَيَحُفُّونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا»

''اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں پھرتے ہیں اور اللہ کی یاد کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں، پھر جب وہ کچھ ایسے لوگوں کو پالیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں: آؤ ہمارا مطلب حاصل ہوگیا، پھر وہ پہلے آسمان تک اپنے پروں سے ان پر امنڈتے رہتے ہیں۔''

حدیث کے آخر میں ہے:

«أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ: يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ، إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ. قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ»

''میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کی۔'' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس پر ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے: ان میں فلاں بھی تھا جو ان (ذاکرین) میں سے نہیں تھا بلکہ وہ کسی ضرورت سے آگیا تھا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ (ذاکرین) وہ لوگ ہیں جن کی مجلس میں بیٹھنے والا بھی نامراد نہیں رہتا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 6408، صحيح مسلم، حديث: 2689)

بعض علماء نے غیر حاجی کے لیے عرفہ کے دن عصر کے بعد ''تعریف'' کو ناپسند کیا ہے تو وہ اس پر محمول ہے جو پرانے زمانے میں بعض ملکوں میں کیا جاتا تھا۔ لوگ احرام کے کپڑے پہن کر عرفہ کے دن عصر کے بعد مساجد میں بیٹھ کر حاجیوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہوئے تلبیہ پڑھتے تھے تو یہ عمل جائز نہیں ہے۔

غیر حاجی کے لیے مقید تکبیرات عرفہ کے دن فجر سے لے کر ایامِ تشریق کے آخری دن عصر تک ہے۔ اس بنا پر غیر حاجی کے لیے عرفہ کے دن فجر سے مطلق اور مقید تکبیرات جمع ہو جاتی ہیں۔

اے اللہ! ہمیں نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ انہیں خالص اپنی رضا کے لیے بنا۔ ہمارے ہر کام کا انجام بہتر فرما اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچا۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 10

یوم النحر (قربانی کا دن)

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اسلام کی طرف ہدایت دی اور اس کے بہت زیادہ فضل اور انعامات پر اس کا شکر ہے۔ درود وسلام ہمارے نبی محمد ﷺ پر جو سب سے افضل ہیں اور آپ کی آل اور معزز اصحاب پر۔ اما بعد:

ذوالحجہ کا دسواں دن ہی حج اکبر ہے اور یہی یوم النحر (قربانی کا دن) ہے۔ بعض اہل علم اس کو سارے سال کا افضل دن مانتے ہیں اور اس کو عرفہ کے دن سے بھی افضل سمجھتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى يَوْمُ النَّحْرِ»

''اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں سب سے بڑھ کر عظمت والا دن یوم النحر (دس ذوالحجہ کا دن) ہے۔'' (سنن أبي داود، حديث: 1765 عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کی روایت سے، اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح حديث: 2866 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور الحاکم نے المستدرك میں حديث: 7522: اور کہا: ''یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، اور بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔'')

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر دن یوم النحر (دس ذوالحجہ کا دن) ہے اور یہی حج اکبر کا دن ہے۔''

مزید کہتے ہیں:

''عرفہ کے دن سے بھی افضل ہے کیونکہ حج کے بڑے کام یوم النحر (قربانی کے دن) کیے جاتے ہیں۔'' (زاد المعاد: 1/54-56) اور قربانی کو ذبح کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب یومِ نحر ہی میں کیا جاتا ہے۔

حاجی کے لیے قربانی کے دن پانچ عمل ہیں: ① بڑے جمرہ کو کنکریاں مارنا ② ذبح یا نحر کرنا ③ بال مونڈنا یا چھوٹے کرانا ④ طواف افاضہ کرنا ⑤ سعی کرنا۔ افضل یہی ہے کہ اسی ترتیب کو مدنظر رکھے اور اگر بعض کو بعض پر مقدم کرے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ سے اس تقدیم اور تاخیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«افْعَلْ وَلاَ حَرَجَ»

”کرو کوئی حرج نہیں۔“ (صحيح البخاري، حديث: 124، صحيح مسلم، حديث: 1306 عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے، پھر زم زم کا پانی پیے۔ زمزم کا پانی مبارک ہے اور جس کے لیے پیا جائے کافی ہوتا ہے۔

تحلل اول تین میں سے دو کام کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ تین کام یہ ہیں: ① جمرۂ عقبہ (بڑے جمرہ) کو کنکریاں مارنا ② سر منڈوانا یا بال کٹوانا ③ طواف کرنا۔ اگر ان میں سے دو کام کر لیے تو پہلا تحلل حاصل ہو جائے گا۔

تحلل اول کا معنی یہ ہے: احرام کی وجہ سے جو اس پر حرام تھا، وہ اس کے لیے حلال ہو جائے گا، سوائے بیوی سے جماع کے اور اس کے مقدمات کے۔ اس کے لیے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، بال کٹوانا، ناخن تراشنا اور عورت کے لیے نقاب پہننا سب جائز ہو جاتا ہے۔

جب تینوں کام کر لیے تو تحلل (احرام سے نکلنا) مکمل ہو جائے گا۔ جب اس نے جمرۂ عقبہ (بڑے جمرہ) کو کنکریاں مار لیں اور حلق یا تقصیر کر لی اور طواف افاضہ (زیارت) کر لیا تو احرام کی وجہ سے جو کام حرام تھے وہ سب حلال ہو جائیں گے، یہاں تک کہ بیوی سے جماع بھی۔ واضح رہے کہ ذبح (قربانی) کا تحلل سے کوئی تعلق نہیں۔

حاجی کے لیے مقید تکبیرات قربانی کے دن ظہر کی نماز سے شروع ہوتی ہیں اگر اس نے جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مار لی ہوں اور ایامِ تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک جاری رہتی ہیں۔

اس طرح اس کے لیے مطلق اور مقید تکبیرات قربانی کے دن ظہر کی نماز میں جمع ہو جائیں گی اور ایامِ تشریق

کے آخری دن سورج غروب ہونے تک رہیں گی۔ مگر جو غیر حاجی ہے تو اس کی مقید تکبیرات عرفہ کے دن فجر سے شروع ہوں گی اور ایامِ تشریق کے آخری دن سورج غروب تک رہیں گی۔

غیر حاجی کو عید کے دن نیک اعمال کا خاص اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ یہ دن ذوالحجہ کے ایام میں سے ہے جن میں اجر دگنا ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے عظیم دنوں میں سے ہے۔

نیک اعمال میں سے ایک عظیم عمل جس کی اس دن میں بڑی تاکید ہے، صلہ رحمی (رشتہ داری کو ملانا) ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں کی زیارت کرے، ان سے ملے، ان کو سلام کرے، ان کی خوشی میں شامل ہو اور ان کو اپنائیت کا احساس دلائے۔ اسی طرح رشتہ داروں کے لیے قربانی کا گوشت بطور ہدیہ لے جانا بھی صلی رحمی میں داخل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ رحم عرش کے ساتھ لٹکا ہوا کہتا ہے:

«مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللّٰهُ»

''جس نے میرے تعلق کو جوڑ کر رکھا، اللہ اس کے ساتھ تعلق جوڑے گا اور جس نے میرے تعلق کو توڑ دیا اللہ تعالیٰ اس سے تعلق توڑ لے گا۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 2555 عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے۔)

اے اللہ! ہمیں اپنی اطاعت میں استعمال کر۔ اپنے ذکر و شکر اور حسنِ عبادت پر ہماری مدد فرما اور ہمیں، ہمارے والدین اور زندہ اور فوت شدہ مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 11

ایامِ تشریق

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو راتوں اور دنوں کی تدبیر کرنے والا ہے۔ مہینوں اور دنوں کو پھیرنے والا ہے۔ جو ہر چیز کا مالک، ہر عیب سے پاک اور سلامتی والا ہے۔ درود و سلام سب سے افضل ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کی آل اور اس پر جو ہمیشہ ان کے طریقے پر چلا۔ اما بعد:

ایامِ تشریق: گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ ہیں۔ گیارہ کو یوم القر کہتے ہیں کیونکہ حجاج منی میں قرار پکڑتے، یعنی ٹھہرتے ہیں۔ بارہ کو یوم النفر الاول کہا جاتا ہے کیونکہ متعجل (جلدی کرنے والے) کے لیے اس دن منی سے نکلنا جائز ہے اور تیرہ کو یوم النفر الثانی کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝﴾

”اور اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے چند دنوں میں کرو، دو دن کی جلدی کرنے والوں پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے (پیچھے رہ جائے) اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ پرہیزگار کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو تم سب اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔“ (سورۃ البقرۃ: 2، آیت: 203)

﴿اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ”گنتی کے چند دنوں“ سے مراد ایامِ تشریق ہیں اور عید کا دن اس میں داخل نہیں ہے۔

ایامِ تشریق کے متعلق بعض احکام یہ ہیں: ان دنوں میں رات منی میں گزارنا حج کے واجبات میں سے ایک واجب ہے اور واجب مقدار یہ ہے کہ حاجی آدھی رات سے زیادہ وقت منیٰ میں گزارے افضل یہ ہے کہ رات اور دن منیٰ میں ہی رہے، جیسے نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے۔

اگر حاجی مکہ کا رہنے والا نہیں تو اس کے لیے چار رکعت نماز دو رکعت قصر پڑھنا سنت ہے۔ وہ ظہر کی دو، عصر کی دو اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھے گا مگر فجر اصل میں دو رکعت ہے اور مغرب میں قصر نہیں بلکہ تین رکعت ہی پڑھی جائیں گی۔

کنکریاں مارنے کا وقت گیارہ ذوالحجہ کو سورج کے زوال کے بعد یعنی ظہر کا وقت داخل ہونے سے پہلے شروع ہو جاتا ہے۔

سنت یہ ہے کہ اگر حاجی کے لیے ممکن ہو تو جمرات کی طرف پیدل چل کر جائے۔ نبی کریم ﷺ عید کے دن جمرہ عقبہ کے لیے سوار ہو کر گئے مگر ایام تشریق میں تینوں جمرات کو کنکریاں مارنے کے لیے پیدل چل کر گئے تھے۔ شاید اس میں حکمت یہ ہے، واللہ اعلم، آپ ﷺ مزدلفہ سے جمرہ عقبہ (بڑے جمرہ کی) طرف اونٹ پر سوار ہو کر آئے تھے کیونکہ مسافت لمبی تھی لیکن ایامِ تشریق میں آپ ﷺ منیٰ میں مقیم تھے، جہاں ابھی مسجد خیف ہے اور جمرات قریب تھے تو آپ ﷺ پیدل چل کر جاتے، چھوٹے جمرے سے ابتدا کرتے، پھر درمیانے اور پھر بڑے جمرہ کو کنکریاں مارتے۔

جب آپ ﷺ چھوٹے جمرے کے پاس آتے تو اسے سات کنکریاں لگاتار مارتے۔ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، بسم اللہ کا اضافہ نہیں کرتے تھے (صرف اللہ اکبر کہتے)۔

واجب یہ ہے کہ کنکریاں حوض میں گریں۔ حوض میں بنے نشان کو لگنی لازم نہیں بلکہ اگر نشان کو لگ کر واپس آ جائے اور حوض میں نہ گرے تو یہ شمار نہیں ہو گی۔

پھر آپ ﷺ دائیں طرف قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر لمبی دعا کرتے اور دنیا اور آخرت کی بھلائی میں سے جو چیز سامنے ہوتی، وہ مانگتے۔

پھر آپ ﷺ درمیانے جمرہ کی طرف جاتے اور اسے لگاتار سات کنکریاں مارتے۔ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر آپ بائیں طرف ہاتھ اٹھا کر قبلہ رخ ہو کے دعا کرتے اور دنیا اور آخرت کی بھلائی میں سے جو چیز سامنے ہوتی، وہ مانگتے۔

پھر آپ ﷺ جمرہ عقبہ (بڑا جمرہ) کی طرف جاتے اور اسے سات کنکریاں لگاتار مارتے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے۔ نہ آپ اس کے پاس کھڑے ہوئے اور نہ ہی دعا مانگی۔

کنکریاں مارنے میں حکمت اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ حاجی کو حکم دیا گیا کہ وہ پتھر مارے اور پتھر کو بوسہ دے (یعنی حجر اسود کو) تو وہ اللہ کے حکم سے کنکریاں مارتا ہے اور اللہ کے حکم سے پتھر کو بوسہ دیتا ہے اور یہیں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو فرمایا:

«إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ»

''میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1597، صحيح مسلم، حديث: 1270)

بارہ تاریخ کو اسی طرح کنکریاں مارے جس طرح گیارہ کو ماری تھیں، پھر اگر اس نے جلدی نکلنا ہے تو ضروری ہے کہ بارہ تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ سے نکل جائے اور اگر سورج غروب ہو جائے اور وہ منیٰ میں ہو تو اس پر تاخیر لازمی ہے (یعنی تیرہ تاریخ کو کنکریاں مار کر نکلنا ہوگا)۔

حج کا آخری عمل اہل مکہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے ''طواف وداع'' ہے۔ صرف مکہ کے رہنے والوں پر یہ طواف نہیں۔

اگر وہ تیرہ تک تاخیر کرے تو یہ جلدی کرنے سے افضل ہے کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کا فعل بھی ہے اور تاخیر سے نیک عمل جلدی کرنے والے سے زیادہ ہوں گے۔ وہ تیرہ کو منیٰ میں رات گزارنے اور تیرہ کے دن کنکریاں مارنے اور جو اعمال ان کے تابع ہیں، ان کا اضافہ کرتا ہے۔

تاخیر کرنے والا تیرہ کی رات منیٰ میں گزارے گا، پھر جب تیرہ کے دن زوال کا وقت ہو جائے گا تو تینوں جمرات کو کنکریاں مارے جس طرح گیارہ اور بارہ کو ماری تھیں، چھوٹے جمرے سے شروع کرے گا، پھر درمیانہ، پھر بڑا پھر آخر میں طواف وداع کرے گا۔

ایامِ تشریق سے متعلق احکام میں سے ہے: ان دنوں کا روزہ رکھنا حرام ہے، صرف وہ رکھ سکتا ہے جسے ہدی نہ ملے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

«لَمْ يُرَخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنْ يُصَمْنَ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدْ الْهَدْيَ»

''کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اسے جسے قربانی نہ ملے۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1997)

اس بنا پر جو ایام بیض (ہر مہینہ کی تیرہ، چودہ، پندرہ) میں روزے رکھنے کا عادی ہو تو وہ تیرہ ذوالحجہ کا روزہ نہیں رکھے گا کیونکہ یہ ایام تشریق میں سے ہے، اور وہ تیرہ ذوالحجہ کے روزے کے عوض سولہ ذوالحجہ کا روزہ رکھ سکتا ہے۔

اے اللہ! اپنے گھر کا حج کرنے والوں کا حج قبول فرما۔ ان کا حج مقبول اور ان کی سعی مشکور فرما اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام زندہ اور فوت شدہ مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 12

حج سے حاصل ہونے والے دروس اور فوائد

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بہتر انجام متقین کے لیے ہے۔ درود و سلام ان پر جو رحمۃ للعالمین بن کر مبعوث ہوئے اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو قیامت کے دن تک احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرے۔ اما بعد:

یقیناً حج ایک مدرسہ ہے جو دروس اور عبرتوں اور نصیحتوں سے بھرا ہوا ہے۔ ان میں سے کچھ دروس کا ذکر کیا جاتا ہے:

1. دین اسلام کی بلندی کا اظہار اور اس کا دوسرے دینوں پر بلند اور غالب ہونا۔ یہ وہ امر ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝﴾

”اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک برا مانیں۔“ (سورة التوبة:9، آیت:33)

دین اسلام کے سوا دوسرا کوئی دین یا ملت نہیں ہے جس کے لیے زمین کے تمام خطوں سے اس قدر بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوں، لہٰذا وہ بیت الحرام آتے ہیں رغبت سے بلکہ شوق سے اور بڑی چاہت کے ساتھ، پھر وہ عرفات کے میدان میں ایک ہی لباس میں جمع ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان ہر قسم کی تفریق ختم ہو جاتی ہے۔ اس دین عظیم کے باعث وہ سب بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ وہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت حاصل کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اس روشن مظہر کی کسی دوسری قوم میں مثال نہیں ملتی۔

② مسلمانوں کا ایک دوسرے سے ملاقات کرنا۔ اور اس کا فائدہ سابقہ زمانہ میں زیادہ ظاہر تھا کیونکہ پرانے زمانے میں مواصلاتی وسائل اور فون وغیرہ اس طرح میسر نہیں تھے جیسے آج ہمارے وقت میں میسر ہیں۔ بہت سارے علماء صرف حج کے موقع پر ہی ایک دوسرے سے ملاقات کر سکتے تھے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے شہروں کے امراء سے حج کے موقع پر ملتے تھے۔ اسی طرح باہمی تعارف، مشاورت اور علمی مسائل میں بحث ومباحثہ ہوتا ہے اور علماء عام لوگوں سے ساتھ ملتے ہیں اور عام مسلمانوں کے حال کو دیکھتے ہیں۔ عام لوگ بھی علماء سے استفادہ کرتے ہیں۔

③ حج اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لیے بہت بڑا موقع ہے بلکہ وہ اسلامی دعوت کے آغاز کی جگہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور توحید کا اقرار کرنے کی دعوت دی اور آپ کی دعوت کو چند لوگوں نے ہی قبول کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو مختلف قبائل پر پیش کیا کہ کون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور معاونت کرے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اوس اور خزرج عطا کر دیے۔ وہ آپ پر ایمان لائے، آپ کی نصرت کی اور پہلی بیعت عقبہ ہوئی، پھر دوسری ہوئی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف ہجرت کی ان کا نام انصار (مددگار) رکھا اور مدینہ میں اسلامی ریاست قائم کی۔

④ حج لوگوں کے عقائد کی درست کرنے کا موقع ہے۔ بعض حاجی حضرات آتے ہیں اور ان کے عقائد میں شرک اور خرافات ہوتی ہیں اور بعض کے ہاں بدعات ہوتی ہیں، پھر وہ علماء کو سنتے ہیں جو انہیں صحیح بات بتلاتے ہیں، ان کی غلطی واضح کرتے ہیں اور ان میں پائی جانے والی بدعات شرکیات وخرافات بیان کرتے ہیں، پھر وہ اپنے ملکوں کو لوٹ جاتے ہیں جبکہ ان کے عقائد کی اصلاح ہو چکی ہوتی ہے اور وہ صحیح عقیدہ پہچان چکے ہوتے ہیں۔

توحید کے مظاہر حج میں بہت زیادہ ہیں۔ سب سے پہلا مظہر تلبیہ ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«فَأَهَلَّ بِالتَّوْحِيدِ: لَبَّيْكَ اللهُمَّ، لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ، وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ»

''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ کی) توحید کا تلبیہ پکارا: حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں، تمام حمد تیرے ہی لیے ہے اور تمام نعمتیں تیری ہی طرف سے ہیں، ملک تیرا ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1218)

اس تلبیے کو توحید کا نام دیا کیونکہ اس سے توحید کا اظہار اور دین کا اخلاص ظاہر ہوتا ہے۔ آپ ﷺ جب صفا اور مروہ پر کھڑے ہوئے تو توحید کا اعلان کیا، جیسے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

«فَوَحَّدَ اللهَ وَكَبَّرَهُ، وَقَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ»

''پھر آپ ﷺ نے اللہ کی وحدانیت اور بڑائی بیان کی (اللہ اکبر کہا) اور فرمایا: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، ساری بادشاہت اسی کی ہے اور ساری تعریف اسی کے لیے ہے۔ اکیلے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس نے اپنا وعدہ خوب پورا کیا، اپنے بندے کی نصرت فرمائی، تنہا اسی نے ساری جماعتوں (فوجوں) کو شکست دی۔'' (صحيح مسلم، حديث: 1218)

⑤ حج میں بلند اخلاق کی تربیت ہوتی ہے۔ رحمت اور احسان اور اپنے مسلمان بھائیوں پر شفقت حاصل ہوتی ہے۔ ان کے درمیان سماجی یکجہتی، بھائی چارہ اور محبت ومودت عام ہو جاتی ہے، حالانکہ وہ مختلف جگہوں اور ملکوں سے ہوتے ہیں۔ ممکن ہے وہ ایک دوسرے کی زبان بھی نہ جانتے ہوں لیکن اس دین نے انہیں جمع کر دیا، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔

⑥ حج میں نفس کی صبر پر تربیت ہوتی ہے کیونکہ حاجی اپنے سفر میں، حج کے مقامات کے درمیان اِدھر اُدھر جانے اور طواف وسعی میں لازمی طور پر مشقت اٹھانی پڑتی ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ اپنے نفس کو صبر کا عادی بنائے۔

⑦ حج میں خرچ کرنے پر تربیت ہوتی ہے کیونکہ حاجی کو اپنے سفر اور اِدھر اُدھر جانے کے لیے اور ہدی خریدنے اور ذبح کرنے کے وقت خرچ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح مسلمان عطا کرنے، خرچ کرنے اور سخاوت کا عادی ہو جاتا ہے۔

⑧ اسی طرح ان دروس میں سے یہ بھی ہے: حاجی حشر کے دن کو یاد کرے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے ان چند ایام (ایام تشریق) میں کرو، دو دن کی جلدی کرنے والوں پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ پرہیزگار کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو تم سب اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔'' (سورۃ البقرۃ:2، آیت:203)

حج کی آیات کو حشر کے ذکر پر ختم کیا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ حاجی کو اتنا بڑا اجتماع دیکھ کر حشر کے دن کو یاد کرنا چاہیے۔ وہ عظیم موقع جب لوگ ننگے پاؤں سے اور برہنہ حالت میں اکٹھے کیے جائیں گے۔ ہر کوئی اپنے آپ میں مشغول ہوگا۔ انسان اپنے ماں باپ، بہن بھائی، بیوی اور بیٹوں کو دیکھے گا لیکن ان کی طرف ذرا بھی متوجہ نہیں ہوگا بلکہ ان سے بھاگ کھڑا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝﴾

''اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔'' (سورۃ عبس 80 آیت: 34-36)

⑨ حج سے حاصل ہونے والے دروس میں سے یہ بھی ہے: حج میں اللہ عزوجل کے لیے بندگی ظاہر ہوتی ہے۔ مسلمان اللہ کا بندہ ہے۔ جو اللہ نے اسے حکم دیا ہے، بجا لاتا ہے، چاہے اس کی حکمت معلوم ہو یا نہ ہو کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ بہت علم اور حکمت والا ہے۔ حج میں اس بندگی کا اثر واضح طور پر نمایاں ہوتا ہے، مثال کے طور پر جب مسلمان ایک مقررہ طریقے پر کعبہ کا طواف کرتے ہوئے سات چکر لگاتا ہے صفا مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے اور جب پتھر (حجر اسود) کو بوسہ دیتا اور پتھر (تین جمرات کو کنکریاں) مارتا ہے اور جب قربانی کرتا ہے تو وہ اللہ عزوجل کے امر کو عملی شکل دے رہا ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اسے اس کا حکم دیا ہے۔ اس طرح اللہ عزوجل کی بندگی اور فرمانبرداری ظاہر ہوتی ہے۔

(حج کے) دروس اور منافع تو بہت زیادہ ہیں اور ان کو حاصل کرنے میں لوگ مختلف ہوتے ہیں۔

اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور حسن عبادت پر ہماری مدد فرما اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام زندہ اور فوت شدہ مسلمانوں کو معاف فرما۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔

درس 13

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

”اور جان لو کہ تم اس کی طرف ہی اکٹھے کیے جاؤ گے۔“

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بہت زیادہ فضل اور کرم فرمانے والا ہے اور درود وسلام ہوں مخلوق میں سب سے بہتر اور رسولوں میں چنے ہوئے ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر۔ اما بعد:

اللہ تعالیٰ نے آیات حج کا جو سورۃ البقرہ میں ہیں، اس پر اختتام فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

”اور اللہ تعالیٰ کی یاد گنتی کے ان چند ایام (ایام تشریق) میں کرو، دو دن کی جلدی کرنے والوں پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ پرہیزگار کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو تم سب اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔“ (سورۃ البقرۃ:2، آیت:203)

یہ آیت اس قول پر ختم ہوئی ہے:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

”اور جان رکھو تم سب اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔“

یہ اشارہ ہے کہ حاجی کو اپنے اس سفر حج میں حشر کے دن مرنے کے بعد اٹھائے جانے کو اور قیامت کے وسیع وعریض میدان میں جمع ہونے کو یاد کرنا چاہیے۔ حاجی جب حاجیوں کے بہت بڑے اجتماع میں ہوتا ہے اور ہر کوئی اپنے آپ میں مشغول ہوتا ہے خصوصاً ہجوم کی جگہ پر تو اسے حشر کا دن یاد کرنا چاہیے جب تمام لوگ

ننگے پاؤں اور ننگے جسم اکٹھے کیے جائیں گے۔ ہر کوئی اپنے آپ میں مشغول ہوگا یہاں تک کہ انسان دنیا میں اپنے سب سے عزیز اقرباء سے بھاگ کھڑا ہوگا، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَوۡمَ يَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِيۡهِۙ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيۡهِۙ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيۡهِؕ۝ لِكُلِّ امۡرِیۡٴٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِؕ۝﴾

''اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے، ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر (دامن گیر) ہوگی جو اس کے لیے کافی ہوگی۔'' (سورۃ عبس: 80، آیت: 34-37)

قرآن مجید اور سنت نبوی میں بہت ساری نصوص وارد ہوئی ہیں جن میں قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور اس میں ہونے والی سختی اور پریشانی کو بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کریم ہمیں اس دن کی ہولناکیوں کے بارے میں بتاتا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور دل کانپ رہے ہوں گے۔

ان ہولناکیوں میں سے سب سے زیادہ خوفناک کائنات میں رونما ہونے والی وہ تبدیلی ہے جو زمین اور اس کے پہاڑوں، آسمان اس کے ستاروں، سورج اور اس کے چاند پر آئے گی۔ زمین کانپے گی اور ریزہ ریزہ ہوجائے گی، پہاڑ چلا کر اڑا دیے جائیں گے، سمندر پھٹیں گے اور بھڑکا دیے جائیں گے، آسمان پھٹے گا اور لرزے گا، سورج لپیٹ لیا جائے گا اور ختم ہو جائے گا، چاند کو گرہن لگ جائے گا اور ستارے ماند پڑ جائیں گے، ان کی روشنی ختم ہو جائے گی اور سب بکھر کر رہ جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ‌ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ۝ يَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ﴾

''لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر مرضعہ (دودھ پلانے والی) اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔'' (سورۃ الحج: 22، آیات: 1-2)

مرضعہ وہ عورت ہوتی ہے جس نے دودھ پلانے کے لیے اپنے پستان کو بچے کے منہ میں ڈالا ہو تو وہ اس سے قیامت کی دن ہولناکی کی وجہ سے غافل ہو جائے گی۔

محشر کی وضاحت کے لیے فرض کرو دنیا میں کوئی شدید حادثہ پیش آجائے، جیسے آگ لگ جائے یا دھما کہ ہو جائے وغیرہ اور عورت بچے کو دودھ پلا رہی ہو تو یہ عورت اپنے بچے سے غافل نہیں ہوگی بلکہ اسے سینے سے لگا کر بھاگ نکلے گی تو اس کا معنی یہ نکلا کہ قیامت کی ہولنا کی اس سے کہیں زیادہ بڑی ہوگی کہ اس کی وجہ سے دودھ پلانے والی اپنے بچے سے غافل ہو جائے گی۔

﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا﴾

''اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے۔''

حمل کا گر جانا شدتِ خوف کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ حمل ایک محفوظ جگہ میں ہے۔ قیامت کی ہولنا کیوں کی شدت کی بنا پر شدید خوف کی وجہ سے اس کا حمل گر جائے گا۔

﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى﴾

''اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا۔''

یعنی قیامت کے دن کی ہولنا کیوں کی شدت نے ان کی عقلوں کو مدہوش اور حیرت زدہ کر دیا ہے۔

﴿وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى﴾

''حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے۔''

یعنی شراب پینے سے (نشے میں نہیں ہوں گے)۔

﴿وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝﴾

''لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔'' (سورۃ الحج: 22، آیت: 2)

جس نے ان کی عقلوں کو قیامت کے دن کی ہولنا کیوں کی شدت کی وجہ سے مدہوش اور حیرت زدہ کر دیا ہوگا۔

اللہ عزوجل اس عظیم دن کا تذکرہ یوں فرماتا ہے:

﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝﴾

''تم اگر کافر رہے تو اس دن کیسے پناہ پاؤ گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔'' (سورۃ المزمل: 73، آیت: 17)

اللہ تعالیٰ نے اس دن کے بارے میں بیان کیا کہ اس کی سخت ہولنا کیوں اور خوف کی وجہ سے چھوٹے بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ یہ اسلوب عرب لوگ کسی معاملے کی شدت کو بیان کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں کیونکہ غم اور مصائب کی شدت جلدی بوڑھا کر دیتی ہے۔

نبی کریم ﷺ اس دن کی ہولنا کیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لوگ اس کی ہولنا کیوں کی شدت کی وجہ سے آدم علیہ السلام کی طرف اور اولوالعزم رسولوں کے پاس جائیں گے تاکہ وہ رب عزوجل کے ہاں ان بندوں کے درمیان قضا اور فیصلہ کے لیے ان کی شفاعت کریں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

«يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ، وَتَدْنُو الشَّمْسُ، فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ، فَيَقُولُ النَّاسُ: أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ، أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: عَلَيْكُمْ بِآدَمَ، فَيَأْتُونَ آدَمَ عليه السلام فَيَقُولُونَ لَهُ: أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟ فَيَقُولُ آدَمُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ، فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ، إِنَّكَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُورًا، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ، فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ: يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ

وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، فَيَقُولُ لَهُمْ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى، فَيَأْتُونَ مُوسَى، فَيَقُولُونَ: يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، فَضَّلَكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ: يَا عِيسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ عِيسَى: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ قَطُّ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ، فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا ﷺ فَيَقُولُونَ: يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، وَخَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ: أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ»

''اللہ تعالیٰ دنیا کے شروع سے قیامت کے دن تک کی ساری خلقت ایک چٹیل میدان میں جمع کرے گا، ایک پکارنے والے کی آواز سب کے کانوں تک پہنچے گی اور ایک نظر ان سب کو دیکھے گی۔ سورج بالکل قریب ہوجائے گا اور لوگوں کی پریشانی اور بےقراری کی کوئی حد نہ رہے گی جو برداشت سے باہر ہوجائے گی۔ لوگ آپس میں کہیں گے: دیکھتے نہیں کہ ہماری کیا حالت ہوگئی ہے۔ کیا ایسا کوئی بندہ نہیں ہے جو اللہ پاک کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے؟ بعض لوگ بعض سے کہیں گے کہ سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس چلنا چاہئے، چنانچہ سب لوگ حضرت آدم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی طرف سے آپ میں روح پھونکی۔ فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، اس لیے آپ رب کے حضور میں ہماری شفاعت کیجیے، کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں؟ سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کہیں گے کہ میرا رب آج انتہائی غضبناک ہے۔ اس سے پہلے اتنا غضبناک وہ کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی اتنا غضب ناک ہوگا اور رب العزت نے مجھے بھی درخت سے روکا تھا لیکن میں نے اس کی نافرمانی کی، لہٰذا نفسی نفسی نفسی، مجھ کو اپنی فکر ہے، تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ ہاں سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس جاؤ، چنانچہ سب لوگ سیدنا نوح کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے نوح! آپ سب سے پہلے رسول ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے تھے اور آپ کو اللہ نے ''شکر گزار بندہ'' (عبداً شکوراً) کا خطاب دیا۔ آپ ہی ہمارے لیے اپنے رب کے حضور میں شفاعت کیجیے، کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں؟ سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام بھی کہیں گے کہ میرا رب آج اتنا غضبناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضبناک نہیں تھا اور نہ آج کے بعد کبھی اتنا غضبناک ہوگا اور مجھے ایک دعا کی قبولیت کا یقین دلایا گیا تھا جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔ نفسی نفسی نفسی، آج مجھ کو اپنے ہی نفس کی فکر ہے، تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ سیدنا ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور اور روئے زمین میں اللہ کے خلیل ہیں، آپ اپنے رب کے ہاں ہماری ہماری شفاعت کیجیے، کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام بھی کہیں گے کہ آج میرا

رب بہت غضبناک ہے، اتنا غضبناک نہ وہ پہلے ہوا تھا اور نہ آج کے بعد ہوگا اور میں نے تین جھوٹ بولے تھے۔[1] نفسی نفسی نفسی، مجھ کو اپنے نفس کی فکر ہے۔ میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ ہاں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس کے جاؤ۔ سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف سے رسالت اور اپنے ساتھ کلام کے ذریعے لوگوں پر فضیلت دی۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری ہماری شفاعت کریں، کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ بہت غضبناک ہے، اتنا غضبناک وہ نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی ہوگا اور میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، حالانکہ اللہ کی طرف سے مجھے اس کا کوئی حکم نہیں ملا تھا۔ نفسی، نفسی، نفسی، بس مجھ کو آج اپنی فکر ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ ہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جس نے مریم علیہا السلام پر ڈالا تھا اور اللہ کی طرف سے روح ہیں۔ آپ نے بچپن میں ماں کی گود ہی میں لوگوں سے بات کی تھی، اپنے رب کے ہاں ہماری شفاعت کیجیے، کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہماری کیا حالت ہو چکی ہے؟ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے کہ میرا رب آج اس درجہ غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضبناک ہوا تھا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا، اور آپ کسی لغزش کا ذکر نہیں کریں گے (صرف) اتنا کہیں گے: نفسی نفسی نفسی، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ ہاں، محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ۔ سب لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے: اور عرض کریں گے اے محمد ﷺ! آپ اللہ کے رسول اور سب سے آخری پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں، اپنے رب کے دربار میں ہماری شفاعت کیجیے۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آخر میں آگے بڑھوں گا اور عرش تلے پہنچ کر اپنے رب عزوجل

---

[1] ایک ان کا کہنا: ﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ ”میں بیمار ہوں۔“ اور دوسرا: ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ﴾ ”بلکہ اس کام کو ان کے بڑے نے کیا ہے۔“ اور تیسرا: حضرت سارہ علیہا السلام اپنی بیوی کو بہن کہنا۔ (یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعریض اور توریے کا اظہار فرمایا جو اگرچہ جھوٹ نہیں ہوتا لیکن مخاطب اس کے متبادر مفہوم سے مغالطے کا شکار ہو جاتا ہے، اس لیے حدیث میں اسے جھوٹ سے تعبیر کیا گیا ہے۔)

کے لیے سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد اور حسن ثنا کے دروازے کھول دے گا کہ اس نے مجھ سے پہلے کسی کو وہ طریقے اور وہ محامد نہیں بتائے تھے، پھر کہا جائے گا: اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھایئے، مانگیے، آپ کو دیا جائے گا۔ شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول ہو گی۔ اب میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، اے میرے رب! میری امت پر کرم کر، کہا جائے گا: اے محمد ﷺ! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب نہیں ہے، جنت کے داہنے دروازے سے داخل کیجیے، ویسے انہیں اختیار ہے، جس دروازے سے چاہیں دوسرے لوگوں کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں۔''

(صحیح البخاري، حدیث: 4712 اور لفظ بخاری کی روایت کا ہے، اور صحیح مسلم، حدیث: 194)

مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس عظیم دن سے جس کا ہم سے ہر ایک سامنا کرے گا غافل نہ ہو اور سچی توبہ اور تقویٰ کے زادراہ کے ذریعے اس کی تیاری کرے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے متقی بندوں میں سے بنا اور جس دن تیرے سامنے بڑی پیشی ہے، اس دن امن والوں میں بنا۔ دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں پناہ دے اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو معاف فرما۔

اور اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

کتاب سے ملحق درس
عاشورہ کے روزے کی فضیلت

عاشورہ کے روزے کی فضیلت

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو نہایت بلند اور سب سے بڑا ہے، جس نے اپنے دوستوں کو اپنی مدد سے غلبہ عطا فرمایا اور اپنے دشمنوں کو ذلت و رسوائی سے دوچار کیا، لہٰذا وہ بہت ہی بہتر کارساز اور بہت ہی بہتر مددگار ہے۔ درود و سلام ہمارے نبی محمد ﷺ پر جو بشیر و نذیر اور سراج منیر ہیں اور آپ کی آل اور اصحاب پر احسان کے ساتھ لوٹنے اور پلٹنے کے دن تک ان کی پیروی کرنے والوں پر، بہت زیادہ سلام۔ اما بعد:

یقیناً عاشورہ کا دن محرم کے مہینے کی دس (10) تاریخ کو ہے اور وہ مومنین کے لیے ایک عظیم مناسبت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں ہر امت میں اپنے اولیاء کی مدد کی جو حق کی مدد اور باطل کی ذلت ہے اور مومنین کے لیے قیامت تک ایک نعمت ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

«إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا، يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَهُ؟ فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ، أَنْجَى اللهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ، وَأَغْرَقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ، فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا، فَنَحْنُ نَصُومُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ فَصَامَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ»

”رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے

پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس دن کے روزے کی کیا وجہ ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ یہ وہ عظیم دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا، چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کا روزہ رکھا، اس لیے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم زیادہ حق دار ہیں اور تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔'' (صحیح البخاري، حدیث: 2004، صحیح مسلم، حدیث: 1130 اور لفظ مسلم کی روایت کا ہے۔)

اس کا روزہ رکھنا ابتدا میں واجب تھا، پھر رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد یہ منسوخ ہو گیا۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ الْفَرِيضَةَ، وَتَرَكَ عَاشُورَاءَ، فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ»

''عاشورہ کے دن کا روزہ قریش جاہلیت میں رکھتے تھے اور آپ ﷺ بھی یہ روزہ رکھتے تھے، جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے روزہ رکھا اور رکھنے کا حکم دیا، پھر جب رمضان کی فرضیت نازل ہوئی اور عاشورہ کو چھوڑ دیا، تو اب جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔'' (صحیح البخاری، حدیث: 4504، صحیح مسلم، حدیث: 1125 اور لفظ بخاری کی روایت کا ہے۔)

نبی کریم ﷺ اس دن کی بہت تعظیم کرتے اور اس کے روزے کا بطور خاص اہتمام کرتے تھے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ»

''میں نے نبی کریم ﷺ کو عاشورہ کے علاوہ اور کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر خاص طور سے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔'' (صحیح البخاري، حدیث: 2006، صحیح مسلم، حدیث: 1132 اور لفظ بخاری کی روایت کا ہے۔)

مسلمان کو بھی اس دن کے روزے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ عاشورہ کے روزے کی فضیلت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ»

''یوم عاشوراء کا روزہ، میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔''

(صحیح مسلم، حدیث: 1162 ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

یہ بہت بڑی فضیلت ہے اور تھوڑے سے عمل پر بہت بڑا اجر ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک گناہوں کی یہ معافی چھوٹے گناہوں کے لیے ہے کیونکہ کبیرہ گناہوں کے لیے توبہ شرط ہے۔

مسلمان کو ایسی فرصتوں کو غنیمت سمجھتے ہوئے اہتمام کرنا چاہیے۔ عمر بہت تھوڑی ہے اور انسان نہیں جانتا کہ کب موت اچانک آجائے۔ ممکن ہے کہ اس کی موت قریب ہو اور اسے شعور تک نہ ہو۔

سنت یہ ہے کہ یہودیوں کی مخالفت میں عاشورہ سے ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھے۔ اگر پہلے یا بعد میں روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو اکیلے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنا بھی جائز ہے۔ یہ وہ عمل تھا جو نبی کریم ﷺ کا بنیادی عمل تھا۔ آپ صرف عاشورہ کے دن کا روزہ رکھتے تھے مگر جس سال آپ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ»

''اگر میں آنے والے سال تک زندہ رہا تو میں نویں تاریخ کا بھی ضرور روزہ رکھوں گا۔'' (صحیح مسلم، حدیث: 1134 ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے۔)

آپ اگلے سال تک زندہ نہ رہے۔ اس سے آپ کا مقصد یہود کی مخالفت تھا کیونکہ آپ ﷺ شروع میں جب مدینہ تشریف لائے تو آپ یہود کی موافقت پسند فرماتے تھے اور قریش کی مخالفت کرتے تھے کیونکہ مکہ اس وقت دار الکفر تھا۔ جب مکہ فتح ہو کر دارالاسلام بن گیا اور صرف اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) باقی رہ گئے تو آپ ﷺ یہود کی مخالفت پسند فرمانے لگے۔

جو ارادہ کرے کہ تین دن کے روزے رکھے گا عاشورہ کے روزے کی اور یہود کی مخالفت کی نیت سے، مہینے کے تین روزوں کی نیت سے جو سنت ہیں اور محرم کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھنے کی نیت سے، جس کے بارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَفْضَلُ الصِّيَامِ، بَعْدَ رَمَضَانَ، شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ»

''رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے (محرم) کے ہیں۔'' (صحيح مسلم، حديث: 1163 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے۔)

تو یہ ایک اچھا عمل ہے، اور یہ سب سے بلند مرتبہ ہوگا۔ بعض اہل علم جیسے ابن القیم رحمہ اللہ (دیکھیں: زاد المعاد: 2/72) اور ابن حجر رحمہ اللہ (دیکھیں: فتح الباري: 4/246) نے ذکر کیا ہے:

''سب سے کامل مرتبہ یہ ہے کہ نو، دس اور گیارہ کا روزہ رکھے اور اس کے بعد والا درجہ نو اور دس کا روزہ ہے اور اس کے بعد والا درجہ دس اور گیارہ کا روزہ ہے اور اس کے بعد والا درجہ صرف دس کا روزہ ہے۔''

اور سلف صالحین عاشورہ کے روزے کا خاص اہتمام کرتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے، حالانکہ وہ مکلف نہیں تھے، لیکن ان کی تربیت کرنے اور عادت ڈالنے کے لیے ایسا کرتے تھے۔

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ قَالَتْ فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ»

''عاشورہ کی صبح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے محلوں میں پیغام بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو، وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو، وہ روزے سے رہے۔ ربیع نے کہا کہ پھر اس حکم کے بعد ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں کو بھی رکھواتے تھے، انہیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے، جب ان میں سے کوئی کھانے کے لیے روتا تو اسے وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت ہوجاتا۔'' (صحيح البخاري، حديث: 1960، صحيح مسلم، حديث: 1136)

عاشورہ کا روزہ قضا روزے کی نیت سے بھی رکھنا جائز ہ ہے۔ اس طرح وہ دو فضیلتیں جمع کر لے گا: قضا کی فضیلت اور ذمہ داری سے بری ہونے کی طرف جلدی کرنا اور عاشورہ کے روزے کی فضیلت کیونکہ اس

نے یہ فضیلت کا زمانہ روزے میں گزارا اور اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے۔

سنت میں عاشورہ کی ''روزے'' کے سوا کوئی اور فضیلت وارد نہیں ہوئی۔ یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ اس دن اہل وعیال پر خرچہ میں وسعت اختیار کرنا (یا گھر والوں کو اچھے کھانے کھلانا اور کپڑے پہنانا) وغیرہ مستحب ہے تو اس میں سے کچھ بھی ثابت نہیں اور نہ اس کی کوئی اصل ہی ہے۔ عاشورہ کی روزے کے مستحب ہونے کے سوا اور کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ مسلمان کو اتباع سنت کا اہتمام کرنا چاہیے اور بدعت کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اے اللہ! ہم تیری ناراضی سے تیری رضا مندی کی پناہ میں آتے ہیں اور تیرے عذاب سے تیری معافی کی پناہ میں آتے ہیں اور تجھ سے تیری ہی پناہ میں آتے ہیں۔ ہم تیری ثنا پوری طرح بیان نہیں کر سکتے، تو ویسے ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف بیان کی۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔